فصل سوم

اسلام کے خاندانی نظام کا خاکہ اور حقوق وفرائض

خاندانی نظام کا خاکہ

خاندان کا بنیادی ڈھانچہ تین حصوں پر مشتمل ہوتا ہے۔ پہلا شوہر، بیوی اور اُن کے بچے، اُن کے والدین جو کہ اُن کے ساتھ ہوتے ہیں اور خادم اگر ہے تو۔ درمیان میں وہ لوگ شامل ہیں جو کہ خاندان کے ساتھ رہتے ہیں۔[1]

مسلمان خاندان کا خاکہ

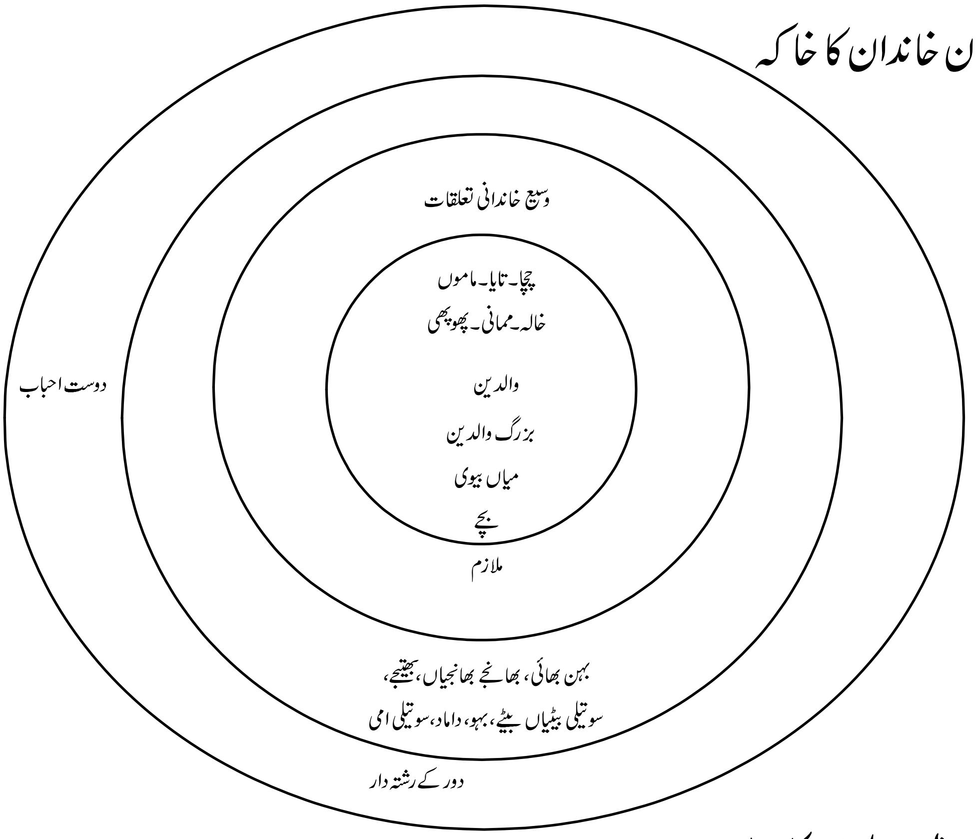

خاندان میں والدین کا مقام

دنیا کا کوئی مذہب ایسا نہیں ہے جس نے اپنے پیروکاروں کو والدین کی خدمت اور اطاعت گزاری کی تاکید نہ کی ہو۔ عیسائیت ہو یا یہودیت، ہندومت ہو یا بدھ مت، ہر مذہب نے والدین کی تابعداری اور خدمت گذاری کو ضروری قرار دیا ہے۔ مگر اسلام کو دیگر مذاہب پر یہ فوقیت حاصل ہے کہ اس نے اپنی تعلیمات میں والدین کی صرف خدمت کی ہی تلقین نہیں کی بلکہ احسان کی تاکید کی ہے اور احسان کا درجہ خدمت سے بڑھ کر ہے۔

اللہ تعالیٰ نے انسان کی فطرت میں خاندان کے ارکان کے لیے محبت اور خدمت کے جذبات میں کمی زیادتی رکھی ہے۔ جہاں زیادہ اجر وثواب ہے وہاں جذبہ بھی زیادہ رکھ دیا ہے تاکہ انسان اس میں آگے بڑھے اور زیادہ محبت اور زیادہ خدمت کے ذریعے اپنے جذبات کی تسکین کا سامان کرے اور اللہ تعالیٰ کے ہاں اجر بھی زیادہ پائے۔ ماں باپ، اولاد اور

۱۔ خورشید احمد: Family Life in Islam، ص:۲۹ ، دعوۃ اکیڈمی

بہن بھائیوں کے لیے جہاں محبت زیادہ ہے وہاں ان کی خدمت کا حکم بھی زیادہ تاکیدی ہے۔اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے حق کے بعد والدین کے حق کو دوسرے تمام رشتہ داروں کے حق سے مقدم رکھا گیاہے۔ اس بارے میں بے شمار آیات اوراحادیث ہیں۔

قرآن کی روشنی میں

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے اولاد کے بڑے فرائض احسان ،احترام ، اطاعت ،شکرگزاری اور دعائے خیر بیان کیے ہیں۔سورۂ بقرہ میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَ بِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا ﴾۲

''ماں باپ کے ساتھ حسن سلوک کرنا''

یعنی اپنے والدین کی صرف اتنی ہی خدمت نہ کرو جتنی انھوں نے کی بلکہ اتنی زائد کرو کہ وہ تمھارا احسان نظر آنے لگے۔

سورۂ بنی اسرائیل میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَ قَضٰى رَبُّكَ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّآ اِيَّاهُ وَ بِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا اِمَّا يَبْلُغَنَّ عِنْدَكَ الْكِبَرَ اَحَدُهُمَآ اَوْ كِلٰهُمَا فَلَا تَقُلْ لَّهُمَآ اُفٍّ وَّ لَا تَنْهَرْ هُمَا وَ قُلْ لَّهُمَا قَوْلًا كَرِيْمًا o وَ اخْفِضْ لَهُمَا جَنَاحَ الذُّلِّ مِنَ الرَّحْمَةِ وَ قُلْ رَّبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّيٰنِيْ صَغِيْرًا﴾۳

''تیرے رب نے فیصلہ کردیا ہے کہ تم لوگ کسی کی عبادت نہ کرو، مگرصرف اس کی۔ والدین کے ساتھ نیک سلوک کرو۔اگرتمھارے پاس ان میں سے کوئی ایک یادونوں بوڑھے ہوکر رہیں تو تم انھیں اف تک نہ کہو، نہ اُنھیں جھڑک کر جواب دو، بلکہ ان سے احترام کے ساتھ بات کرو، اورنرمی اور رحم کے ساتھ ان کے سامنے جھک کر رہو، اوردعا کیا کرو کہ پروردگار! ان پر رحم فرما، جس طرح انھوں نے رحمت وشفقت کے ساتھ مجھے بچپن میں پالا تھا''

یہ آیت صرف ایک اخلاقی سفارش نہیں ہے، بلکہ اس کی بنیاد پر بعد میں والدین کے وہ شرعی حقوق و اختیارات مقرر کیے گئے جن کی تفصیل ہمیں حدیث اور فقہ میں ملتی ہے۔ اسلامی معاشرے کی ذہنی اور اخلاقی تربیت میں والدین کے ادب و اطاعت اور ان کے حقوق کی نگہداشت، اور اپنے اہل وعیال اور رشتہ داروں کے ساتھ انس ومحبت کو ایک اہم عنصر کی حیثیت سے شامل کیا گیاہے۔ان چیزوں نے ہمیشہ ہمیشہ کے لیے یہ اصول طے کردیا کہ اسلامی ریاست اپنے قوانین، انتظامی احکام اور تعلیمی پالیسی کے ذریعہ خاندان کے ادارے کومضبوط اورمحفوظ کرنے کی کوشش کرے گی، نہ کہ اسے کمزور بنانے کی۔

والدین کے مقام ومرتبہ کا اندازہ اس بات سے بخوبی کیاجاسکتا ہے کہ قرآن مجید میں کئی مقامات پراللہ تعالیٰ نے والدین کا اپنے ساتھ ذکر کیاہے۔ایک دوسری جگہ ارشادفرمایا:

﴿وَ اِذْ اَخَذْنَا مِيْثَاقَ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ لَا تَعْبُدُوْنَ اِلَّا اللّٰهَ وَ بِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا ﴾۴

۲۔ البقرۃ۲:۸۳ ۳۔ بنی اسرائیل۱۷:۲۳،۲۴ ٤۔ البقرۃ۲:۸۳

''یاد کرو، اسرائیل کی اولاد سے ہم نے پختہ عہد لیا تھا کہ اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کرنا اور ماں باپ کے ساتھ احسان کا معاملہ کرنا۔''

اسی طرح سورۃ العنکبوت میں ارشاد فرمایا:

﴿وَ وَصَّيْنَا الْاِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ حُسْنًا﴾۵ؔ

''ہم نے انسان کو ہدایت کی اپنے والدین کے ساتھ نیک سلوک کرے''

سورۃ لقمان میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے۔

﴿ وَ وَصَّيْنَا الْاِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ حَمَلَتْهُ اُمُّهٗ وَهْنًا عَلٰى وَهْنٍ وَّ فِصٰلُهٗ فِيْ عَامَيْنِ اَنِ اشْكُرْلِيْ وَ لِوَالِدَيْكَ اِلَيَّ الْمَصِيْرُ ٥ وَ اِنْ جَاهَدٰكَ عَلٰٓى اَنْ تُشْرِكَ بِيْ مَالَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ فَلَا تُطِعْهُمَا وَ صَاحِبْهُمَا فِى الدُّنْيَا مَعْرُوْفًا وَّاتَّبِعْ سَبِيْلَ مَنْ اَنَابَ اِلَيَّ﴾ ٦ؔ

''اور یہ حقیقت ہے کہ ہم نے انسان کو اپنے والدین کا حق پہچاننے کی خود تاکید کی ہے۔اس کی ماں نے ضعف پر ضعف اٹھا کر اسے اپنے پیٹ میں رکھا اور دو سال اس کا دودھ چھوٹنے میں لگے۔(اسی لیے ہم نے اسے نصیحت کی کہ) میرا شکر کر اور اپنے والدین کا شکر بجالا، میری ہی طرف تجھے لوٹنا ہے۔لیکن اگر وہ تجھ پر دباؤ ڈالیں کہ میرے ساتھ تو کسی ایسے کو شریک کرے جسے تو نہیں جانتا تو ان کی بات ہرگز نہ مان۔ دنیا میں ان کے ساتھ نیک برتاؤ کرتا رہ مگر پیروی اس شخص کے راستے کی کر جس نے میری طرف رجوع کیا ہے۔''

مثلاً سورۂ انعام میں ہے:

﴿قُلْ تَعَالَوْا اَتْلُ مَا حَرَّمَ رَبُّكُمْ عَلَيْكُمْ اَلَّا تُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْئًا وَّ بِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا وَ لَا تَقْتُلُوْٓا اَوْلَادَكُمْ مِّنْ اِمْلَاقٍ نَحْنُ نَرْزُقُكُمْ وَ اِيَّاهُمْ﴾ ۷ؔ

''اے نبی، ان سے کہو کہ آؤ میں تمھیں سناؤں تمھارے رب نے تم پر کیا پابندیاں عائد کی ہیں یہ کہ اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرو اور والدین کے ساتھ نیک سلوک کرو اور اولاد کو مفلسی کی وجہ سے قتل نہ کرو۔''

نیک سلوک میں ادب، تعظیم، اطاعت، رضاجوئی اور خدمت سب داخل ہیں۔ والدین کے اس حق کو قرآن میں ہر جگہ توحید کے بعد بیان فرمایا گیا ہے۔جس سے صاف ظاہر ہے کہ خدا کے بعد بندوں کے حقوق میں سب سے مقدم حق انسان پر اس کے والدین کا ہے۔

الغرض قرآن پاک میں جگہ جگہ قرابت داروں کے حقوق کی ادائیگی پر زور دیا گیا ہے۔

سورۂ نحل میں اسلامی نظام کی خصوصیات کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا:

﴿اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُ بِالْعَدْلِ وَ الْاِحْسَانِ وَ اِيْتَآئِ ذِى الْقُرْبٰى وَ يَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَآءِ وَ الْمُنْكَرِ وَ

۵۔ العنکبوت ۲۹:۸ ۶۔ لقمٰن ۳۱:۱۴،۱۵ ۷۔ الانعام ۶:۱۵۱

الْبَغْيِ يَعِظُكُمْ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ﴾ ۸

''اللہ تعالیٰ عدل و احسان اور رشتہ داروں کو دینے کا حکم دیتا ہے،اور بدی و بے حیائی اور ظلم و زیادتی سے منع کرتا ہے، وہ تمہیں نصیحت کرتا ہے تا کہ تم سبق لو۔''

مندرجہ بالا آیات سے والدین کی خدمت کے فرض ہونے کا ثبوت ملتا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اس چیز کو کرنے کا حکم دیا ہے۔

دیگر آسمانی کتابوں کی روشنی میں

حقیقت یہ ہے کہ والدین کے ساتھ حسن سلوک کی یہ تعلیم تمام آسمانی کتب کا حصہ ہے۔ چنانچہ تورات و انجیل کے مطالعے سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے۔تورات میں فرمایا گیا:''تم میں سے ہر ایک اپنی ماں اور باپ سے ڈرتا رہے۔''۹

''اور جو کوئی اپنے باپ یا اپنی ماں پر لعنت کرے گا مار ڈالا جائے گا،جس نے اپنے باپ یا اپنی ماں پر لعنت کی ہے اس کا خون اسی پر ہے۔''۱۰

''تو اپنے ماں باپ کو عزت دے تا کہ تیری عمر اس زمین پر جو خداوند تجھے دیتا ہے دراز ہو۔''۱۱

حدیث کی روشنی میں

اب احادیث کی روشنی میں والدین کے حقوق پر ایک طائرانہ نظر ڈالتے ہیں۔ پہلے اجمالی طور پر ان کے حقوق کے بارے میں چند ارشادات پیش کی جاتی ہیں۔ پھر والدین کے چند مخصوص حقوق کے حوالے سے بحث کی جائے گی۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انسان کے مال اور جان دونوں کو اس کے والد کی مِلک قرار دیا، حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص آپؐ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس نے کہا:

((إن لی مالا و ولدان، وإن أبی یحتاج الی مالی))

''میرے پاس مال و دولت بھی ہے اور میں صاحب اولاد بھی ہوں، میرے والد کو میرے مال کی احتیاج ہے۔''

آپؐ نے فرمایا:**((أنت و مالک لأبیک))** ۱۲

''تم بھی اور تمہارا مال بھی دونوں تمہارے باپ کے ہیں۔''

دوسری روایت میں آتا ہے: حضرت ابو امامہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((هما جنتک و نارک)) ۱۳

''والدین تمہاری جنت بھی ہیں (اگر ان کے ساتھ حسن سلوک کرو) اور تمہاری دوزخ بھی (اگر ان کی نافرمانی کرو۔)''

۸۔ النحل ۱۶:۹۰ ۔ ۹۔ احبار ۱۹/۲۰ ۔ ۱۰۔ احبار ۲۰/۱۹؛ خروج ۲۱/۷

۱۱۔ خروج ۲۰/۱۲ ۔ ۱۲۔ السنن لإبن ماجة، کتاب التجارات، باب ما للرجل من مال ولده (ح ۲۲۹۲)

۱۳۔ السنن لإبن ماجة،أبواب الأدب، باب بر الوالدين(ح ۳٦٦۲)

ایک روایت میں والدین کی خدمت کو رزق میں اضافے اور عمر کی درازی کا سبب قرار دیا۔حضرت انسؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((من سرّہ ان یمد له فی عمره، ویبارک له فی رزقه، فلیبر والدیه)) ۱۴؎

ایک اور روایت میں آتا ہے کہ ایک صحابی کے پوچھنے پر آپؐ نے فرمایا:

((نعم الصلاة علیهما، والإستغفار لهما، والایفاء بعهود هما من بعد موتهما، واکرام صدیقهما، وصلة الرحم التی لا توصل الا بهما.)) ۱۵؎

ان کے بارے میں کلمہ خیر کہنا، ان کے لیے استغفار کرنا، موت کے بعد ان کے وعدوں کو پورا کرنا، ان کے دوستوں کا احترام کرنا اور وہ رشتہ نبھانا جو اُن کی نسبت کے بغیر نہیں نبھایا جا سکتا۔

اس کے برعکس والدین کی نافرمانی کرنے والے اور ان کی خدمت نہ کرنے والے شخص کو بدقسمت ترین شخص قرار دیا، حضرت ابو ہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((رغم أنف، ثم رغم أنف، قیل: من یا رسول اللّٰہ صلی الله علیه وسلم؟ قال: من ادرک أبویه عند الکبر، احدهما او کلیهما فلم یدخل الجنة)) ۱۶؎

''وہ شخص رسوا ہوا، بے عزت ہوا، لوگوں نے دریافت کیا: کون یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم؟ آپؐ نے فرمایا کہ وہ جس نے اپنے ماں باپ، دونوں کو یا کسی ایک کو بڑھاپے کی حالت میں پایا اور (ان کی خدمت کر کے) جنت میں داخل ہونے کا موقع حاصل نہ کیا۔''

آج ہمارے گھروں میں اس حوالے سے جو صورت حال پیدا ہوتی جا رہی ہے اس کے لیے ان سطور میں ہدایت و رہنمائی کا بہت سامان موجود ہے۔ہم بعض اوقات لا پرواہی میں، کبھی نادانستگی میں اور کبھی جانتے بوجھتے ایسی باتیں کر جاتے ہیں، جو احترام والدین کے منافی ہیں۔بعض اوقات ہمارے رویے ان تعلیمات کے شایان شان نہیں ہوتے۔ یہ سب باتیں ہمارے لیے لمحہ فکریہ ہیں، ہم سب کو اس حوالے سے اپنی زندگیوں کا جائزہ لینا چاہیے۔

1۔ والدین سے حسنِ سلوک

((عن عبداللّٰہ قال سألت النبی صلی الله علیه وسلم ای العمل احب الی اللّٰہ قال الصلوة علی وقتهاقال ثم ای قال بر الوالدین قال ثم ای قال الجهاد فی سبیل اللّٰہ.)) ۱۷؎

''حضرت عبداللہ بن مسعودؓ بیان کرتے ہیں کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا کہ اللہ کو کون سا عمل زیادہ پسندیدہ ہے۔فرمایا نماز کا وقت پر ادا کرنا، میں نے عرض کیا پھر کون سا؟ فرمایا

۱۴۔ المسند لإمام احمد بن حنبل، ۱۶۹/۴ ۱۵۔ السنن لأبی داؤد، کتاب الأدب، باب فی بر الوالدین (ح۵۱۴۲)

۱۶۔ الصحیح المسلم، کتاب الأدب، باب رغم أنف من ادرك أبویه أو أحدهما عند الکبر فلم یدخل الجنة، (ح۶۵۱۰)

۱۷۔ الجامع الصحیح للبخاری، کتاب الأدب، البر والصلة ،(ح۵۹۷۰)

والدین کے ساتھ حسن سلوک کرنا، میں نے عرض کیا پھر کون سا؟ فرمایا اللہ کے رستے میں جہاد کرنا۔''

باپ کا درجہ:

((عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم لایجزی ولد والدہ الا ان یجدہ مملوکا فیشتریہ فیعتقہ.)) ۱۸

''حضرت ابو ہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کوئی بیٹا اپنے والد کے احسانات کا بدلہ نہیں دے سکتا۔ ہاں جب اس کو غلام پائے تو اس کو خرید کر آزاد کر دے۔''

والدہ کا درجہ:

حسن سلوک کے ضمن میں ماں کا درجہ باپ سے زیادہ ہے۔ جیسا کہ حدیث میں آیا ہے:

((عن ابی ھریرۃ قال جاء رجل الی رسول اللّٰہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال یارسول اللّٰہ من احق بحسن صحبتی قال امک قال ثم من قال امک قال ثم من قال امک قال ثم من قال ابوک.)) ۱۹

''حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ میرے حسن سلوک کا سب سے زیادہ مستحق کون ہے؟ تو آپؐ نے فرمایا تمھاری ماں، اس نے کہا پھر کون؟ آپؐ نے فرمایا تمھاری ماں، اس نے دریافت کیا پھر کون؟ آپؐ نے فرمایا تمھاری ماں۔ سوال کرنے والے نے عرض کیا پھر کون؟ فرمایا: تمھارا باپ۔''

2۔ ادب و احترام

اولاد پر فرض ہے کہ وہ اپنے والدین کے ساتھ ادب و احترام سے پیش آئے۔ نشست و برخاست اور گفتگو میں اس کا انداز انتہائی مؤدبانہ ہو۔ اگر کسی بات میں اختلافِ رائے بھی ہو تو نرم رویہ اختیار کیا جائے۔ اس ضمن میں درج ذیل حدیث نبویؐ قابل توجہ ہے۔

((عن ابن عباس قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مامن ولد بار ینظر الی والدیہ نظرۃ رحمۃ الا کتب اللہ لہ بکل نظرۃ حجۃ مبرورۃ قالوا و ان نظر کل یوم مأۃ مرۃ قال نعم اللہ اکبر و اطیب.)) ۲۰

''حضرت ابن عباس سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ والدین کے ساتھ نیکی کرنے والا فرزند جب انھیں محبت کی نگاہ سے دیکھتا ہے تو اللہ تعالیٰ ہر مرتبہ دیکھنے کے عوض اس کے اعمال نامے میں ایک مقبول حج کا ثواب لکھتا ہے۔ صحابہؓ نے عرض کیا کہ اگر چہ وہ دن میں سو مرتبہ انھیں

۱۸۔ امام ابو محمد عبداللّٰہ الدارمی؛ الجامع الصحیح للبخاری، ۷۵۸،۷۵۷/۲؛ سنن الدارمی، ۱۳۳/۲

۱۹۔ الجامع الترمذی، کتاب المناقب باب فصل ازواج النبیؐ (ح ۳۸۹۵)

۲۰۔ مشکوٰۃ باب البرو الصلۃ ـ الفصل الثالث، ص ۴۲۱، (مطبع اصح المطابع، کراچی)

دیکھے؟ آپؐ نے فرمایا، ہاں اللہ سب سے بڑا اور سب سے پاکیزہ ہے۔''

اس کے ساتھ ہی حضور نے یہ بھی فرمایا کہ اگر بالواسطہ طور پر بھی والدین کے احترام میں حرف آنے کا خدشہ ہوتو اس سے اجتناب کیا جائے۔ حضرت عبداللہ بن عمرو روایت کرتے ہیں:

((قال النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم ان من اکبرالکبائر ان یلعن الرجل والدیہ قیل یا رسول اللّٰہ کیف یلعن الرجل والدیہ قال یسب ابا الرجل فیسب اباہ ویسب امہ فیسب امہ.)) ۲۱

''نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کبیرہ گناہوں میں سب سے بڑا یہ ہے کہ آدمی اپنے والدین پر لعنت بھیجے۔ پوچھا گیا کہ اے اللہ کے رسولؐ ایک آدمی کیسے اپنے والدین پر لعنت کرسکتا ہے؟ تو آپ نے فرمایا کہ وہ کسی شخص کے باپ کو گالی دیتا ہے تو وہ اس کے باپ کو گالی دیتا ہے اور وہ کسی کی ماں کو برا بھلا کہتا ہے تو وہ اس کی ماں کو برا بھلا کہتا ہے۔''

3۔ اطاعت و فرماں برداری

اسلام نے والدین کا ادب واحترام صرف زبان تک ہی محدود نہیں رکھا بلکہ اس کے ساتھ یہ بھی تاکید کی ہے کہ ان کے احکام کی دل و جان سے تعمیل کی جائے۔ وہ جس کام کو کہیں اطاعت کی جائے۔ ان کی فرماں برداری میں اگر وقت اور دولت کی قربانی بھی دینی پڑے تو ضرور دینی چاہیے۔ اسی میں اولاد کی دنیوی فلاح اور اُخروی کامیابی ہے۔ اس کے مقابلے میں والدین کی نافرمانی کو گناہ کبیرہ سے تعبیر کیا گیا ہے۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((ان اللّٰہ حرم علیکم عقوق الامہات.)) ۲۲

''اللہ تعالیٰ نے تم پر ماؤں کی نافرمانی کو حرام قرار دیا ہے۔''

قرآن مجید حضرت اسماعیل کے اس فعل کی تعریف کرتا ہے کہ جب ماں باپ نے بیٹے کو ذبح کرنے کا حکم سنایا تو سعادت مند بیٹے نے جواب دیا:

﴿یٰٓاَبَتِ افْعَلْ مَا تُؤْمَرُ سَتَجِدُنِیْٓ اِنْ شَآءَ اللّٰہُ مِنَ الصّٰبِرِیْنَ﴾ ۲۳

''ابا جان، جو کچھ آپ کو حکم دیا جا رہا ہے اسے کر ڈالیے، آپ ان شاء اللہ مجھے صابروں میں سے پائیں گے۔''

4۔ خدمت گزاری

اولاد پر یہ لازم ہے کہ وہ ہر وقت اپنے والدین کی خدمت کرے، خصوصاً جب وہ بڑھاپے کی عمر کو پہنچ جائیں۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں:

۲۱۔ الجامع الصحیح للبخاری، کتاب الأدب باب لایسب الرجل والدہ، (ح۵۹۷۳)

۲۲۔ الجامع الصحیح للبخاری، کتاب الادب باب عقوق الدین من الکبائر ج ۸۸۴/۲

۲۳۔ الصّٰفّٰت ۱۰۲:۳۷

((قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم رغم انفہ رغم انفہ رغم انفہ قیل من یارسول اللّٰہ قال من ادرک والدیہ عند الکبر احدھما او کلاھما ثم لم یدخل الجنة. [۲۴]

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مجلس میں تین مرتبہ فرمایا ہلاک ہوا وہ شخص، ہلاک ہوا وہ شخص، ہلاک ہوا وہ شخص ! صحابہؓ نے عرض کیا کون یا رسول اللہ؟ آپؐ نے فرمایاوہ جس کے بوڑھے والدین دونوں موجود ہوں یا ان میں سے ایک،مگر وہ ان کی خدمت کر کے جنت حاصل نہ کرسکا۔''

5۔ دعائے مغفرت

والدین کے حقوق صرف ان کی زندگی تک ہی محدودنہیں بلکہ ان کی وفات کے بعدبھی اولاد کی یہ ذمہ داری ہے کہ ان کے حق میں دعائے مغفرت کرتی رہے۔قرآن مجید نے مسلمان کو یہ دعا سکھائی ہے:

﴿رَبَّنَا اغۡفِرۡلِیۡ وَ لِوَالِدَیَّ وَ لِلۡمُؤۡمِنِیۡنَ یَوۡمَ یَقُوۡمُ الۡحِسَابُ﴾ [۲۵]

''پروردگار، مجھے اور میرے والدین اورسب ایمان لانے والوں کو اس دن معاف کر دیجیو جبکہ حساب قائم ہوگا۔''

ایک حدیث میں اس کی طرف یوں اشارہ کیا گیا:

((عن ابی اسید الساعدی قال بینما نحن عند رسول الله صلی الله علیه وسلم اذ جاء ه رجل من بنی سلمة فقال یا رسول الله هل بقی من بر ابوی شیء أبرهما به بعد موتهما قال نعم الصلاة علیهما و الاستغفار لهما و انفاذ عهدهما من بعدهما و صلة الرحم التی لا توصل الا بهما و اکرام صدیقهما.)) [۲٦]

''ایک دفعہ ایک شخص نے آپؐ کی خدمت میں حاضر ہوکر دریافت کیا کہ یا رسول اللہ کیا والدین کے مرنے کے بعد میں ان سے کوئی نیکی کرسکتا ہوں؟ تو آپ نے فرمایا: ہاں، ان کے حق میں دعائے مغفرت کرو، ان کے کیے ہوئے وعدوں کو پورا کرو، ان کے رشتہ داروں سے صلہ رحمی کرو اور ان کے دوستوں کی عزت کرو۔''

خاندان میں اولاد کی اہمیت

خانگی زندگی کا تیسرا اہم دائرہ اولاد سے تعلق رکھتا ہے۔انسانی معاشرے کا یہ وہ پہلو ہے،جس کے بغیر کوئی معاشرہ تکمیل نہیں پا سکتا۔اس کی یہ اہمیت اس امر کی متقاضی ہے کہ اسے دنیاوی زندگی میں اس کی اہمیت کے مطابق بھر پور حصہ دیا جائے،لیکن حقیقت یہ ہے کہ اسلام سے قبل کسی ایسی آواز کا پتہ نہیں چلتا جو اس سلسلے میں دنیا کی کسی کونے سے بھی بلند کی گئی ہو۔اسلام سے پہلے والدین کو تو اپنی اولاد پر لامحدود اختیارات حاصل تھے مگر اولاد کا والدین پر کسی طرح کا کوئی حق نہیں مانا

۲٤۔ مشکوٰۃ المصابیح، باب البرو الصلة ،ص ٤١٨ ۲۵۔ ابراهیم ٤١:١٤

۲٦۔ السنن لأبی داؤد، کتاب الادب ،باب فی برالولدین ،(ح ١٥٧٢)

جاتا تھا، یہ بھی آنحضرتؐ کے بے شمار امتیازات میں سے ایک ہے کہ آپ نے اس باب میں بھی تعلیمات دیں۔ حقوق وفرائض کے پیمانے بے شک جدا جدا ہیں مگر قانون کی رو سے کوئی بھی فرائض سے بالاتر نہیں۔ جس طرح بڑوں کے حقوق ہیں اور چھوٹوں پر اس حوالے سے کچھ فرائض عائد ہوتے ہیں اسی طرح چھوٹوں کے بھی کچھ حقوق ہیں جن کی ادائیگی بڑوں کے فرائض میں شامل ہے۔ آپؐ کا جامع ترین قول مبارک ہے:

((لیس منا من لم یرحم صغیرنا ولم یؤقر کبیرنا.)) ۲۷

''وہ شخص ہم میں سے نہیں جو ہمارے چھوٹوں پر رحم نہ کرے اور ہمارے بڑوں کا احترام نہ کرے۔''

اللہ تعالیٰ نے والدین کو اولاد کے اس دنیا میں آنے کا باعث و ذمے دار بنایا ہے، اس لیے والدین کو اس امر کا پابند کیا ہے کہ وہ اولاد کشی کے کسی طریقے کو روا نہ رکھیں۔

اسلام بلا ضرورت عزل اور اسقاط حمل کی مختلف صورتوں کی تائید نہیں کرتا، نہ انہیں اچھا سمجھتا ہے اور ایسا کرنے پر سخت گناہ کی وعید سناتا ہے۔ لیکن اس مسئلے کی حدود کیا ہیں؟ ضرورت کے تحت کون سی صورتیں داخل ہیں، یہ خالصتاً فنی اور فقہی مسئلہ ہے۔ اس کے لیے متعلقہ کتب کی طرف رجوع کیا جائے۔ اس مسئلے کو اسلام نے اتنی اہمیت دی ہے کہ قرآن حکیم میں شرک اور والدین کی نافرمانی کی حرمت کو بیان کرنے کے بعد اس کو بیان کیا گیا ہے فرمایا:

﴿قُلْ تَعَالَوْا اَتْلُ مَا حَرَّمَ رَبُّكُمْ عَلَيْكُمْ اَلَّا تُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْئًا وَّ بِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا وَ لَا تَقْتُلُوْٓا اَوْلَادَكُمْ مِّنْ اِمْلَاقٍ نَحْنُ نَرْزُقُكُمْ وَ اِيَّاهُمْ﴾ ۲۸

''آپؐ کہہ دیجیے کہ آؤ میں تمہیں وہ چیزیں بتاؤں جو تمہارے رب نے تم پر حرام کر دی ہیں، وہ یہ کہ تم اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراؤ اور ماں باپ کے ساتھ احسان کرو اور تنگ دستی کی وجہ سے اپنی اولاد کو قتل نہ کرو، ہم تمہیں بھی رزق دیتے ہیں اور انہیں بھی۔''

رسول اکرمؐ نے بھی اس گناہ کو عظیم گناہوں میں شمار کیا ہے۔ ایک دفعہ ایک صحابی نے دریافت کیا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سب سے بڑا گناہ کیا ہے؟ فرمایا: شرک۔ پوچھا: اس کے بعد فرمایا والدین کی نافرمانی۔ پھر عرض کی: اس کے بعد؟ فرمایا: کہ تم اپنی اولاد کو اس ڈر سے مار ڈالو کہ وہ تمہارے ساتھ کھائے گی۔ ۲۹

والدین پر اولاد کا دوسرا اہم حق یہ ہے کہ وہ اس کا اچھا نام رکھے۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ آنحضرتؐ نے فرمایا:

((ان من حق الولد علی الوالد ان یحسن اسمہ وان یحسن ادبہ)) ۳۰

''باپ پر بچے کا یہ بھی حق ہے کہ اس کا نام اچھا رکھے اور اس کو حسن ادب سے آراستہ کرے۔''

تیسرا اہم حق یہ ہے کہ اس کی جسمانی صحت اور نشوونما کا بھرپور خیال رکھے۔ اس مقصد کے لیے ضروری ہے کہ

۲۷۔ السنن لأبی داؤد، کتاب الأدب، باب فی الرحمة، (ح۴۹۴۳) ۲۸۔ الانعام ۱۵۱:۶

۲۹۔ الجامع الصحیح للبخاری، کتاب التفسیر، باب سورة الفرقان (ح۴۴۸۳)

۳۰۔ مجمع الزوائد ۹۳/۸، (ح۱۲۸۲۹)

شیر خوارگی کے زمانے میں ماں اپنے بچے کو دودھ پلائے اور اگر ماں نہ ہو تو باپ پر رضاعت کا انتظام کرنا اور اس کی اجرت ادا کرنا فرض قرار دیا گیا، جیسا کہ قرآن کریم میں ارشاد ہے:

﴿وَ الْوَالِدٰتُ یُرْضِعْنَ اَوْلَادَهُنَّ حَوْلَیْنِ كَامِلَیْنِ لِمَنْ اَرَادَ اَنْ یُّتِمَّ الرَّضَاعَةَ﴾ ۳۱

''اور مائیں اپنے بچوں کو پورے دو برس دودھ پلائیں۔ یہ مدت اس کے لیے ہے جو چاہے کہ رضاعت کی مدت پوری کرے۔''

جسمانی نشوونما کے بعد قرآن کریم نے اولاد کی تربیت کی طرف بھی توجہ دلائی اور فرمایا:

﴿یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا قُوْۤا اَنْفُسَكُمْ وَ اَهْلِیْكُمْ نَارًا وَّقُوْدُهَا النَّاسُ وَ الْحِجَارَةُ﴾ ۳۲

''ایمان والو! تم اپنے آپ کو اور اپنے اہل و عیال کو اس آگ سے بچاؤ جس کا ایندھن آدمی اور پتھر ہیں۔''

نبی صلی اللہ علیہ وسلم بچوں پر بڑی شفقت فرماتے تھے۔ بچوں پر آپؐ کی شفقت و مہربانی کا اس سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ آپؐ نے فرمایا کہ نماز کے لیے کھڑا ہوتا ہوں اور میرا خیال ہوتا ہے کہ میں لمبی نماز پڑھوں مگر نماز کے دوران کسی بچے کے رونے کی آواز آتی ہے تو میں نماز کو چھوٹا کر دیتا ہوں کیونکہ مجھے یہ بات ناگوار معلوم ہوتی ہے کہ اس کی ماں پر سختی کی جائے۔۳۳

دورِ جاہلیت میں یہ حالت تھی کہ بچوں خصوصاً لڑکیوں کی پرورش کو باعث ننگ سمجھا جاتا اور اولاد سے شفقت آمیز رویہ رکھنا یا ان کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آنا شجاعت و مردانگی کے خلاف تصور کیا جاتا تھا۔ دیگر مذاہب میں ہمیں کہیں کہیں یہ تعلیم تو ملتی ہے کہ اولاد کو والدین کے ساتھ کیسے پیش آنا چاہیے یا ان کا کس طرح ادب و احترام کرنا چاہیے، مگر جہاں تک والدین کے فرائض یا اولاد کے حقوق کا تعلق ہے تو کسی دوسرے مذاہب نے اس کا تعین نہیں کیا ہے۔

اسلام پہلا دین ہے جس نے حقوق اولاد کی وضاحت اور تاکید کی ۔اسلام نے والدین پر جو بڑے بڑے فرائض عائد کیے ہیں، ان کی تفصیل قرآن و حدیث کی روشنی میں درج ذیل ہے:

1۔ تحفظ حیات

اسلام سے قبل عرب افلاس یا عار کے خوف سے اپنی اولاد خصوصاً لڑکیوں کو مختلف طریقوں سے قتل کر دیتے تھے۔ تاکہ انھیں ان کی پرورش کا بار نہ اُٹھانا پڑے نیز دیگر طاقت ور قبیلوں کے ہاتھوں ان کی عزت و ناموس لٹتی نہ رہے۔ عجمی ممالک میں بھی اولاد کشی کا رواج تھا۔ قرآن نے انھیں اس برے عمل سے منع فرمایا:

﴿وَ لَا تَقْتُلُوْۤا اَوْلَادَكُمْ خَشْیَةَ اِمْلَاقٍ نَحْنُ نَرْزُقُهُمْ وَ اِیَّاكُمْ اِنَّ قَتْلَهُمْ كَانَ خِطْاً كَبِیْرًا﴾ ۳۴

''اپنی اولاد کو افلاس کے اندیشے سے قتل نہ کرو، ہم انھیں بھی رزق دیں گے اور تمھیں بھی۔ درحقیقت ان کا قتل ایک بڑی خطا ہے۔''

۳۱۔ البقرة ۲:۲۳۳ ۳۲۔ التحریم ۶۶:۶

۳۳۔ الجامع الصحیح للبخاری، کتاب الاذان، باب من اخف الصلوة عند بکاء الصبی، (ح۷۰۹)

۳۴۔ بنی اسرائیل ۱۷:۳۱

لڑکیوں کو زندہ درگور کرنے کی بری رسم کی بھی اسلام نے مذمت کی، اور ڈرایا کہ ایسا کرنے والوں کو قیامت کے دن اس کا جواب دینا پڑے گا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَاِذَا الْمَوْءٗدَةُ سُئِلَتْ ○ بِاَیِّ ذَنْۢبٍ قُتِلَتْ﴾ ۳۵

''اور جب زندہ دفن کی جانے والی لڑکی سے پوچھا جائے گا کہ وہ کس جرم میں قتل ہوئی۔''

دوسری آیت میں ارشاد ہوا:

﴿وَ اِذَا بُشِّرَ اَحَدُهُمْ بِالْاُنْثٰی ظَلَّ وَجْهُهٗ مُسْوَدًّا وَّ هُوَ كَظِیْمٌ ○ یَتَوَارٰی مِنَ الْقَوْمِ مِنْ سُوْٓءِ مَا بُشِّرَ بِهٖ اَیُمْسِكُهٗ عَلٰی هُوْنٍ اَمْ یَدُسُّهٗ فِی التُّرَابِ اَلَا سَآءَ مَا یَحْكُمُوْنَ﴾ ۳۶

''جب ان میں سے کسی کو بیٹی کے پیدا ہونے کی خوشخبری دی جاتی ہے تو اس کے چہرے پر کلونس چھا جاتی ہے اور وہ بس خون کا سا گھونٹ پی کر رہ جاتا ہے۔ لوگوں سے چھپتا پھرتا ہے کہ اس بری خبر کے بعد کیا کسی کو منہ دکھائے۔ سوچتا ہے کہ ذلت کے ساتھ بیٹی کو لیے رہے یا مٹی میں دبا دے۔''

تحفظ زندگی کی تاکید احادیث میں بھی کی گئی۔ آپؐ نے فرمایا:

جس آدمی کے گھر لڑکی جنم لے تو وہ اس لڑکی کو قتل نہ کرے اور اس کی پرورش میں لڑکوں کے برابر سلوک کرے۔ تو اللہ تعالیٰ ایسے شخص کو ضرور جنت میں داخل کرے گا۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ایک شخص نے عرض کیا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خدا کے نزدیک کون سا گناہ سب سے بڑا ہے؟ فرمایا: خدا کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرانا حالانکہ اس نے تمھیں پیدا کیا۔ اس نے سوال کیا: پھر کون سا گناہ؟ فرمایا: اپنی اولاد کو اس خوف سے قتل کرنا کہ بڑی ہو کر تیرے ساتھ شریک طعام ہوگی۔ ۳۷

قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

آپؐ عورتوں سے جن امور پر بیعت لیتے تھے ان میں ایک بات یہ بھی تھی کہ وہ اولاد کو قتل نہیں کریں گی۔

﴿یٰٓاَیُّهَا النَّبِیُّ اِذَا جَآئَكَ الْمُؤْمِنٰتُ یُبَایِعْنَكَ عَلٰٓی اَنْ لَّا یُشْرِكْنَ بِاللّٰهِ شَیْئًا وَّلَا یَسْرِقْنَ وَلَا یَزْنِیْنَ وَلَا یَقْتُلْنَ اَوْلَادَهُنَّ﴾ ۳۸

''اے نبی جب تمھارے پاس مومن عورتیں بیعت کرنے کے لیے آئیں اور اس بات کا عہد کریں کہ وہ اللہ کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ کریں گی، چوری نہ کریں گی، زنا نہ کریں گی، اپنی اولاد کو قتل نہ کریں گی، اپنے ہاتھ پاؤں کے آگے کوئی بہتان گھڑ کر نہ لائیں گی اور کسی امر معروف میں تمھاری نافرمانی نہ کریں گی تو ان سے بیعت لے لو۔''

اس طرح اسلام نے مسلمانوں کے دلوں میں یقین پیدا کر دیا کہ رازق خدا ہے۔ اس کے ہاتھ میں رزق کے

۳۵۔ التکویر ۸۱:۸، ۹ ۳۶۔ النحل ۱۶:۵۸۔۵۹

۳۷۔ الجامع الصحیح للبخاری کتاب استتابة المرتدین، باب اثم من اشرك باللّٰه وعقوبته فی الدنیا والآخرة۔ (٦٥٢٢)

۳۸۔ الممتحنه ٦٠:١٢

خزانے ہیں۔اور ہر بچہ اپنا رزق اپنے ساتھ لے کر آتا ہے اور آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات نے اس قبیح فعل کا خاتمہ ہمیشہ کے لیے کردیا۔پس اولاد کا پہلا حق تحفظ حیات ہے۔

2۔ پرورش

اسلام نے بچے کی پرورش اور نابالغی کے عرصہ میں اس کی کفالت والدین کے ذمہ ڈالی ہے۔قرآن پاک میں ارشاد باری ہے:

﴿وَ الْـوَالِـدٰتُ يُرْضِعْنَ اَوْلَادَهُنَّ حَوْلَيْنِ كَامِلَيْنِ لِمَنْ اَرَادَ اَنْ يُّتِمَّ الرَّضَاعَةَ وَ عَلَى الْمَوْلُوْدِ لَهٗ رِزْقُهُنَّ وَ كِسْوَتُهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ﴾[۳۹]

''جو باپ چاہتے ہوں کہ ان کی اولاد پوری مدت رضاعت تک دودھ پیے تو مائیں اپنے بچوں کو کامل دو سال دودھ پلائیں۔اس صورت میں بچے کے باپ کو معروف طریقے سے انھیں کھانا کپڑا دینا ہوگا۔''

لڑکی کے لیے خصوصی تاکید:

لڑکی لڑکے کی نسبت کمزور واقع ہوئی ہے۔چونکہ وہ معاشی جدوجہد اور میدان جنگ میں باپ کا ساتھ نہیں دے سکتی تھی اس لیے جاہلیت میں عربوں کا تختہ مشق بنی رہی۔آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی پرورش وکفالت کی خاص تاکید فرمائی ہے۔بخاری شریف میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی حدیث ہے:

((عن عائشة قالت جاء تنى أمرأة معها ابنتان تسألنى فلم تجد عندى غير تمرة واحدة فأعطيتها فقسمتها بين ابنتيها ثم قامت فخرجت فدخل النبى صلى الله عليه وسلم فحدثته فقال: من ابتلى من هذه البنات بشىء فاحسن اليهن كن له ستراً من النار.))[۴۰]

''حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ میرے پاس ایک عورت اپنی دو بیٹیوں کے ساتھ آئی اور اس نے مجھ سے کچھ مانگا،جبکہ اس کو دینے کے لیے میرے پاس صرف ایک کھجور تھی جو میں نے اسے دے دی۔ تو اس نے اس کو اپنی دونوں بیٹیوں میں تقسیم کردیا۔پھر وہ اٹھ کر چلی گئی۔اتنے میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم آگئے تو میں نے ان سے اس کا تذکرہ کیا۔آپؐ نے فرمایا کہ جس کو اپنی بیٹیوں کے ساتھ کسی طرح آزمایا گیا اور اس نے ان کے ساتھ اچھا سلوک کیا تو وہ اس کے لیے آگ سے پردہ بن جائیں گی''۔

اگر والدین لڑکی کی پرورش صحیح طور پر اور شفقت سے کریں تو ان کا یہ عمل ان کے اور دوزخ کے درمیان پردہ کی طرح حائل ہوجائے گا۔

نیز مسلم شریف کی ایک حدیث ہے۔فرمایا:

((من عال جاريتين حتى تبلغاجاء يوم القيامة انا و هو. وضم اصابعه.))[۴۱]

۳۹۔ البقرة ۲:۲۳۳

۴۰۔ الجامع الصحيح للبخارى، كتاب الزكوٰة، باب اتقوا النار ولو بشق تمرة وقليل من الصدقة(ح ۱۳۵۲)

۴۱۔ الصحيح الجامع لمسلم، كتاب البر والصلة، باب فضل الاحسان الى البنات،(ح ۶۶۹۰)

''جس آدمی کے گھر دولڑکیاں پیدا ہوں وہ ان کی اچھی طرح پرورش کرے حتیٰ کہ وہ جوان ہوجائیں تو ایسا آدمی بالکل اسی طرح میرے ہمراہ جنت میں داخل ہوگا جس طرح شہادت کی انگلی اور درمیانی انگلی ساتھ ساتھ ہیں۔''

نیز فرمایا:

((من عال ثلث بنات او مثلهن من الاخوات و ادبهن وزوجهن حتى يغنيهن الله اوجب الله له الجنة فقال رجل يا رسول الله او اثنتين قال واثنتين حتى لو قالوا واحدة؟ لقال واحدة.)) [۴۲]

''جس نے تین بیٹیوں یا بہنوں کی پرورش اور تربیت کی اوران کی شادی کرائی، اللہ تعالیٰ نے اس کے لیے جنت کو واجب قرار دیا ہے۔ ایک شخص نے پوچھا یا رسول اللہ اگر دو ہوں؟ آپ نے فرمایا کہ اگر دوہوں تو بھی۔ راوی کہتے ہیں کہ اگر ان میں سے کوئی ایک کہتا تو آپؐ فرماتے کہ ایک بھی۔''

اسی طرح حضرت ابوسعید خدریؓ سے روایت ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((من عال ثلث بنات فادبهن وزوجهن واحسن اليهن فله الجنة.)) [۴۳]

''جس نے تین بیٹیوں کی پرورش اور اچھی تربیت کی،ان کی شادی کرائی اوران کے ساتھ اچھا سلوک کیا تو اس کے لیے جنت ہے۔''

3۔ محبت وشفقت

اسلام والدین سے اولاد کی پرورش وکفالت کا ہی تقاضا نہیں کرتا بلکہ یہ تلقین بھی کرتا ہے کہ والدین کا رویہ ان سے مشفقانہ اورمحبت آمیز ہو۔ جدید علم نفسیات کا اصول ہے کہ بچوں کی صحیح طرز پر پرورش اور تربیت صرف پیار ومحبت ہی سے ممکن ہے۔ اسلام والدین کو تاکید کرتا ہے کہ گھر کا ماحول خوشگوار اور پرکشش بنائیں اور محبت وآشتی کی فضا قائم کریں تاکہ گھر کی چار دیواری میں بچوں کو راحت اوراطمینان حاصل ہو۔ اس ضمن میں آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا اسوۂ تمام انسانیت کے لیے بہترین نمونہ ہے۔

4۔ تعلیم وتربیت

اسلام والدین پر بچوں کی پرورش اورشفقت کی ذمہ داری ہی نہیں ڈالتا بلکہ ان کی تعلیم اور روحانی واخلاقی تربیت کو بھی دینی فریضہ قرار دیتا ہے۔ اس ضمن میں ارشاد خداوندی ہے۔

﴿يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا قُوْٓا اَنْفُسَكُمْ وَاَهْلِيْكُمْ نَارًا وَّقُوْدُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ﴾ [۴۴]

''اے لوگو جوایمان لائے ہو، بچاؤ اپنے آپ کو اور اپنے اہل وعیال کو اس آگ سے جس کا ایندھن

۴۲۔ مشكوٰة المصابيح باب الشفقة والرحمة على خلق، الفصل الثانى،ص۴۳۳،طبع کراچی

۴۳۔ السنن لأبى ابوداؤد، باب فى فضل من عال يتامى ،(ح۵۱۴۷)

۴۴۔ التحريم ۶:۶۶

انسان اور پتھر ہوں گے۔''

اس آیت سے واضح ہوتا ہے کہ والدین کا صرف اپنے طور پر نیک ہونا کافی نہیں بلکہ اولاد کو نیکی کی راہ پر لگانا بھی ان کا دینی فریضہ ہے۔ تاکہ نوجوان نسل کی اصلاح ہو اور وہ دینی واخلاقی لحاظ سے معاشرہ کے لیے مفید ثابت ہو، اس ضمن میں آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات گرامی قابل توجہ ہیں۔

آپؐ نے فرمایا:

((کل مولود یو لد علی الفطرة فابواہ یھودانه اوینصرانه.)) ۴۵

''ہر بچہ فطرت سلیم پر پیدا ہوتا ہے۔ بعد میں اس کے والدین اسے یہودی یا نصرانی بناتے ہیں۔''

یعنی بچہ عموماً وہی دین اختیار کرتا ہے جس کی تعلیم اس کے والدین نے اسے دی ہو۔ اسی طرح اس کے اخلاق کا دارومدار والدین کی تربیت پر منحصر ہوتا ہے، گویا گھریلو ماحول بچے کو اپنے رنگ میں رنگ لیتا ہے۔

اولاد کی تربیت کے حوالے سے قرآن مجید میں حکم خداوندی ہے:

﴿وَاْمُرْ اَهْلَكَ بِالصَّلٰوةِ وَ اصْطَبِرْ عَلَيْهَا﴾ ۴۶

''اپنے اہل وعیال کو نماز کی تلقین کرو اور خود بھی اس کے پابند رہو۔''

اس حوالے سے ارشاد نبوی ہے:

((مروا اولادکم بالصلاة وھم ابناء سبع سنین واضربوھم علیھا وھم ابناء عشر سنین.)) ۴۷

''اپنی اولاد کو نماز کا حکم دو جبکہ وہ سات برس کے ہوں اور بچہ جب دس سال کا ہوجائے اور نماز نہ پڑھے تو اسے مار کر نماز پڑھاؤ۔''

5۔ نکاح میں رضامندی

اسلام میں والدین کو تلقین کی گئی ہے کہ وہ اچھی جگہ اپنی اولاد کی شادی کریں، اس کے لیے اولاد کی رضامندی کو ضروری قرار دیا گیا ہے۔ نکاح کے لیے لڑکے کے علاوہ لڑکی کی رضامندی بھی ضروری ہے۔ شادی بیاہ کے معاملات میں والدین کی راہنمائی دور اندیشی اور تجربے کے ساتھ اولاد سے مشورہ بہتر نتائج کا حامل ہوتا ہے۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((لاتنکح الایم حتی تستأمر ولا تنکح البکر حتی تستأذن قالوا یارسول الله وکیف اذنھا قال ان تسکت.)) ۴۸

''شادی شدہ (مطلقہ یا بیوہ) کا نکاح اس کی اجازت کے بغیر نہ کیا جائے۔ اور کنواری کا نکاح اس کی

۴۵۔ السنن لأبی داؤد، کتاب السنة باب فی ذراری المشرکین، (ح۴۷۱۴) ۴۶۔ طٰه ۲۰: ۱۳۲

۴۷۔ السنن لأبی داؤد، کتاب الصلوٰة، باب متی یؤمر الغلام بالصلوة، (ح۴۹۵)

۴۸۔ الجامع الصحیح للبخاری، کتاب النکاح، باب لاینکح الاب وغیرہ البکر والثیب الابرضا ھما، (ح۵۱۳۶)

اجازت کے بغیر نہ کیا جائے۔صحابہ کرام نے پوچھا: اے اللہ کے رسول! اس کا اذن کیونکر ہے؟فرمایا: اس کا خاموشی اختیار کرنا اس کا اذن ہے۔''

ایک اور حدیث میں آپؐ نے فرمایا:

((الایم احق بنفسهامن وليهاوالبكر تستأذن فى نفسهاواذنها صماتها.))[۴۹]

''بیوہ عورت اپنے نفس کی خود مالک ہے اور کنواری سے اس کی اجازت طلب کی جائے گی ، اور اس کا اذن چپ رہنا ہے۔''

6۔ انصاف ومساوات

والدین کے لیے یہ بھی ضروری ہے کہ وہ اپنی تمام اولاد سے مساویانہ سلوک کریں۔کسی کی طرف ترجیحی میلان نہ ہواور اگر کوئی تہوار یا شادی کا موقع ہوتو تمام اولاد کو یکساں معیار کا لباس مہیا کریں۔اس طرح جیب خرچ اور تحفے تحائف کے معاملہ میں بھی تفریق نہ برتیں۔درج ذیل حدیث میں اس کی تاکید ہے۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((من كانت له انثى فلم يئدها ولم يهنها ولم يؤثر ولده عليهاادخله الله الجنة.))[۵۰]

''جس کے ہاں لڑکی پیدا ہوا وروہ اسے زندہ درگور نہ کرے،اس کو حقارت کی نگاہ سے نہ دیکھے اور نہ اس پر اپنی نرینہ اولاد کو ترجیح دے تو اللہ تعالیٰ اسے جنت میں داخل کرے گا۔''

اسی نظریے کے پیش نظر اسلام نے والدین کو منع فرمایا ہے کہ وہ بیٹی کو اپنی جائیداد سے محروم قرار دیں۔

رشتہ داروں کے حقوق: صلہ رحمی

رشتہ داروں کو دینا صلہ رحمی کہلاتا ہے، جس کا اس آیت میں حکم دیا گیا ہے۔ یہ صلہ رحمی ہے جو رشتہ داروں کے معاملے میں احسان کی ایک خاص صورت متعین کرتی ہے۔

قرآن مجید میں رشتہ داروں کو ذوی الارحام اور ذوی القربیٰ کے الفاظ سے پکارا گیا ہے۔اسلام میں رشتہ داری کو بڑی اہمیت حاصل ہے۔ ویسے تو اخوت کا رشتہ تمام مسلمانوں میں مشترک ہے لیکن خون کے رشتے کو اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاں خصوصی امتیاز حاصل ہے اور بار بار صلہ رحمی کی تاکید کی گئی ہے۔رشتہ داروں کے ساتھ ہمدردی ، خیر خواہی اور ان کی امداد پر بہت زور دیا گیا ہے۔

اس کا مطلب صرف یہ نہیں ہے کہ آدمی اپنے رشتہ داروں کے ساتھ اچھا برتاؤ کرے اور خوشی وغمی میں ان کا شریک حال ہو اور جائز حدود کے اندر ان کا حامی اور مددگار رہے، بلکہ اس کے معنی یہ بھی ہیں کہ ہر صاحب استطاعت شخص اپنے مال پر صرف اپنی ذات اور اپنے بال بچوں ہی کا حق نہ سمجھے، بلکہ اس میں اپنے رشتہ داروں کے حق کو بھی تسلیم کرے۔

شریعت الٰہی ہر خاندان کے خوشحال افراد کو اس امر کا ذمہ دار قرار دیتی ہے کہ وہ اپنے خاندان کے لوگوں کو بھوکا

۴۹۔ الجامع الصحيح لمسلم، كتاب النكاح، باب استئذان الثيب فى النكاح بالنطق والكبربالسكوت، ح٣٤٧٦

۵۰۔ السنن لأبى داؤد، كتاب الأدب باب فى فضل من عال يتامى، ح ١٥٤٦

ننگا نہ چھوڑیں۔ اس کی نگاہ میں ایک معاشرے کی اس سے بدتر کوئی حالت نہیں ہے کہ اس کے اندر ایک شخص عیش کررہا ہو اور خاندان میں اس کے بھائی بند روٹی اور کپڑے تک کے محتاج ہوں۔ وہ خاندان کو معاشرے کا ایک اہم عنصر ترکیبی قرار دیتی ہے اور یہ اصول پیش کرتی ہے کہ ہر خاندان کے غریب افراد کا پہلا حق، اپنے خاندان کے خوشحال افراد پر ہے، پھر دوسروں پر ان کے حقوق عائد ہوتے ہیں۔ اور ہر خاندان کے خوشحال افراد پر پہلا حق، ان کے غریب رشتہ داروں کا ہے، پھر دوسروں کے حقوق ان پر عائد ہوتے ہیں۔یہی بات ہے جس کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے مختلف ارشادات میں وضاحت کے ساتھ بیان فرمایا ہے۔ چنانچہ متعدد احادیث میں اس کی تصریح ہے کہ آدمی کے اولین حقدار، اس کے والدین، اس کے بیوی بچے اور اس کے بہن بھائی ہیں، پھر وہ جو ان کے قریب تر ہوں، اور یہی اصول ہے جس کی بنا پر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ایک یتیم بچے کے چچا زاد بھائیوں کو مجبور کیا کہ وہ اس کی پرورش کے ذمہ دار ہوں اور ایک دوسرے یتیم کے حق میں فیصلہ کرتے ہوئے آپؓ نے فرمایا کہ اگر اس کا کوئی بعید ترین رشتہ دار بھی موجود ہوتا تو میں اس پر اس کی پرورش لازم کردیتا۔ اس سے اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ جس معاشرے کا ہر واحدہ (Unit) اس طرح اپنے اپنے افراد کو سنبھال لے، اس میں معاشی حیثیت سے کتنی خوشحالی، معاشرتی حیثیت سے کتنی حلاوت اور اخلاقی حیثیت سے کتنی پاکیزگی و بلندی پیدا ہوجائے گی۔

نفقة الاقارب فقہ اسلامی کا مستقل قانون ہے۔ وراثت کی ترتیب کے مطابق **الاقرب فالاقرب**، یعنی قرابت دار درجہ بدرجہ قرابت کے نان ونفقہ اور رہائش اور دیگر ضروریات کا ذمہ دار ہوگا اور اگر کسی کے قرابت دار اس قابل نہ ہوں کہ اس کے اخراجات برداشت کرسکیں تو پھر حکومت اس کے اخراجات برداشت کرے گی۔ **نفقة الاقارب** کے قانون کی تفصیل اسلامی نظریاتی کونسل پاکستان نے مرتب کرکے اسے نافذ کردینے کی سفارش کی ہے۔[۵۱]

قرآن وحدیث کی روشنی میں

قرآن وسنت میں رشتہ داروں کے جن حقوق کو ادا کرنے کی پُر زور تاکید آئی ہے ان میں سے چند ایک درج ذیل ہیں۔

1۔ حسن سلوک

رشتہ داروں سے بہتر سلوک کے حوالے سے ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَ اِذْ اَخَذْنَا مِيْثَاقَ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ لَا تَعْبُدُوْنَ اِلَّا اللّٰهَ وَ بِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا وَّ ذِي الْقُرْبٰى ﴾[۵۲]

’’یاد کرو، اسرائیل کی اولاد سے ہم نے پختہ عہد لیا تھا کہ اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کرنا، ماں باپ اور رشتہ داروں کے ساتھ نیک سلوک کرنا۔‘‘

اسی طرح سے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

۵۱۔ سالانہ رپورٹ اسلامی نظریاتی کونسل، پاکستان ۹۹-۱۹۹۸ء بمطابق ۲۰-۱۴۱۹ھ، ص۲۲۰، ضمیمہ ۶، قانون نفقہ برائے نادار اقربا، آرڈیننس نفقہ برائے نادار اقربا۔ سالانہ رپورٹ، ۷۸-۱۹۷۷ بمطابق ۹۸-۱۳۹۷، ص ۲۹-۳۲

۵۲۔ البقرۃ ۲:۸۳

((من احب ان یبسط له فيِ رِزقه وینسأله فی عمره فلیصل رحمه.)) ۵۳

''جسے یہ پسند ہو کہ اس کی روزی کشادہ ہو اور اس کی عمر دراز ہو تو اسے چاہیے کہ رشتہ داروں سے اچھا سلوک کرے۔''

2۔ مالی امداد

رشتہ داروں سے نیکی کی ایک صورت یہ ہے کہ ان کی مالی امداد کی جائے۔ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَ اٰتَی الْمَالَ عَلٰی حُبِّهٖ ذَوِی الْقُرْبٰی﴾ ۵۴

''اور نیکی یہ ہے کہ اللہ کی محبت میں اپنا دل پسند مال رشتہ داروں کو دے۔''

دوسری جگہ ارشاد فرمایا:

﴿وَ اٰتِ ذَا الْقُرْبٰی حَقَّهٗ﴾ ۵۵

''اور رشتہ دار کو اس کا حق دو۔''

ایک اور آیت میں فرمایا:

﴿یَسْـَٔلُوْنَکَ مَاذَا یُنْفِقُوْنَ قُلْ مَآ اَنْفَقْتُمْ مِّنْ خَیْرٍ فَلِلْوَالِدَیْنِ وَ الْاَقْرَبِیْنَ وَ الْیَتٰمٰی وَ الْمَسٰکِیْنِ وَ ابْنِ السَّبِیْلِ وَ مَا تَفْعَلُوْا مِنْ خَیْرٍ فَاِنَّ اللّٰهَ بِهٖ عَلِیْمٌ﴾ ۵۶

''لوگ پوچھتے ہیں کہ ہم کیا خرچ کریں؟ جواب دو کہ جو مال بھی تم خرچ کرو اپنے والدین پر، رشتہ داروں پر، یتیموں اور مسکینوں اور مسافروں پر خرچ کرو، اور جو بھلائی بھی تم کرو گے، اللہ اس سے باخبر ہوگا۔''

نبی کریمؐ نے ارشاد فرمایا:

((الصدقة علی المساکین صدقة وعلی القریب صدقتان.)) ۵۷

''جو شخص عام غریبوں کو صدقہ دے گا اسے ایک درجہ ثواب ملے گا۔اور جو رشتہ داروں پر صدقہ کرے گا اس کے لیے دہرا اجر ہے۔''

کتب احادیث میں ابواب البر و الصلة کا مستقل باب ہوتا ہے جس میں رشتہ داروں کے حقوق کو بیان کیا جاتا ہے۔ ماں باپ اور رشتہ داروں کی خدمت کے فضائل اور دنیوی و اخروی برکات، اور ماں باپ کی نافرمانی کے وبال کا ذکر ہوتا ہے۔ ماں باپ کی نافرمانی کو گناہ کبیرہ قرار دیا گیا ہے۔اسی طرح بیوی پر شوہر کی اطاعت لازمی ہے۔جبکہ بیٹی کے والدہ پر بڑائی قائم کرنے کو قیامت کی نشانی قرار دیا گیا ہے۔صحیح بخاری کتاب الایمان میں حدیث جبریلؑ کے اندر حضرت جبریل علیہ السلام نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا: قیامت کب آئے گی؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب میں فرمایا:

۵۳۔ الجامع الصحیح للبخاری، کتاب الادب باب من بسط له فی الرزق لصلة الرحم،(ح ۵۹۸۵)

۵۴۔ البقرة ۲:۱۷۷ ۵۵۔ بنی اسرائیل ۱۷:۲۶ ۵۶۔ البقرة ۲:۲۱۵

۵۷۔ صحیح الترغیب والترهیب للالبانی،۲۱۷/۱، صحیح ابن خزیمة، ۲۷۸/۳

مسئول کو سائل سے زیادہ علم نہیں ہے۔ (یعنی قیامت کی تاریخ کا جس طرح آپ کو علم نہیں ہے، مجھے بھی نہیں ہے)۔ اس کے ساتھ ہی فرمایا:

(وساخبرک عن اشراطها، اذا ولدت الامة ربها) ۵۸

''میں تمھیں اس کی نشانیاں بتاتا ہوں کہ جب عورت اپنی مالکہ کو جنے گی۔''

یعنی بیٹی اپنی ماں پر اسی طرح حکم چلائے گی جس طرح مالکہ اپنی مملوکہ پر چلاتی ہے۔

اسی طرح احادیث میں ماں کی نافرمانی، دوستوں سے تعلق اور والد سے دوری، بیوی کا مطاع اور شوہر کا مطیع بن جانا اور دوسری اسلامی اقدار و روایات کے تبدیل ہوجانے کو دنیاوی آفات و بلیات کا سبب اور قیامت کی علامت قرار دیا گیا ہے۔ فرمایا:

(و اطاع الرجل امرء ته وعق امهٔ و ادنی صدیقه و اقصا اباه) ۵۹

''انسان اپنی بیوی کی اطاعت کرے، ماں کی نافرمانی کرے، اپنے دوست کو قریب اور اپنے باپ کو دور کرے۔''

حضرت ابو ہریرہؓ بیان کرتے ہی کہ آپؐ نے فرمایا کہ جس کو یہ پسند ہو کہ اس کی روزی میں وسعت اور اس کی عمر میں برکت ہو تو اس کو چاہیے کہ وہ صلہ رحمی کرے۔ ۶۰

عبدالرحمٰن بن عوف کہتے ہیں: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

((انا الله وانا الرحمن خلقت الرحم وشققت لها من اسمی فمن وصلها وصلته ومن قطعها بتته)) ۶۱

''میں اللہ ہوں، میں رحمٰن ہوں، میں نے رحم کو پیدا کیا اور اس کا نام میں نے اپنے نام سے مشتق کیا جس نے اس کے ساتھ تعلق رکھا میں اس کے ساتھ تعلق رکھوں گا اور جس نے اس سے قطع تعلق کیا میں اس سے قطع تعلق کروں گا۔''

عبداللہ بن عمرؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ نے فرمایا کوئی احسان جتانے والا، قطع تعلق کرنے والا اور شراب کشید کرنے والا جنت میں داخل نہیں ہوگا۔ ۶۲

3۔ قطع تعلق کی ممانعت

اسلام نے رشتہ داروں سے تعلقات توڑنے کی سخت ممانعت کی ہے، اس سے معاشرے میں بگاڑ پیدا ہوتا ہے۔

۵۸۔ الجامع الصحیح للبخاری، کتاب الایمان، ح ۵۰، ایضاً کتاب التفسیر، (ح ۴۴۹۹)

۵۹۔ ترمذی کتاب الفتن، باب علامة حلول المسخ والخسف، (ح ۲۲۱۰)

۶۰۔ الجامع الصحیح للبخاری، کتاب الأدب، باب من بسط له فی الرزق بصلة الرحم، (ح۵۹۸۵)

۶۱۔ ترمذی، ابواب البر والصلة، باب قطیعة الرحم، (ح۱۹۰۷)

۶۲۔ السنن لأبی داؤد، کتاب الأدب، باب فی النهی عن البغی، (۴۹۰۱)

قرآن پاک میں ارشاد ہوا ہے۔

﴿فَهَلْ عَسَيْتُمْ اِنْ تَوَلَّيْتُمْ اَنْ تُفْسِدُوْا فِى الْاَرْضِ وَتُقَطِّعُوْٓا اَرْحَامَكُمْ ﴾ ۶۳

''اب کیا تم لوگوں سے اس کے سوا کچھ اور توقع کی جاسکتی ہے کہ اگر تم الٹے منہ پھر گئے تو زمین میں پھر فساد برپا کروگے اور آپس میں ایک دوسرے کے گلے کاٹو گے۔''

ایک اور جگہ پر ارشاد ہوتا ہے:

﴿وَ يَقْطَعُوْنَ مَآ اَمَرَ اللّٰهُ بِهٖٓ اَنْ يُّوْصَلَ وَ يُفْسِدُوْنَ فِى الْاَرْضِ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ﴾ ۶۴

''اللہ نے جسے جوڑنے کا حکم دیا ہے اسے کاٹتے ہیں اور زمین میں فساد برپا کرتے ہیں، حقیقت میں یہی لوگ نقصان اُٹھانے والے ہیں۔''

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

((لایدخل الجنة قاطع.)) ۶۵

''قطع رحمی کرنے والا جنت میں داخل نہ ہوگا۔''

4۔ بدخلق رشتہ داروں سے تعلقات استوار کرنا

اس کی مثال حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا واقعہ ہے۔ آپ اپنے ایک غریب رشتہ دار مسطح بن اثاثہ کی امداد کرتے تھے۔ ایک موقع پر مسطح کی طرف سے آپ رضی اللہ عنہ کو تکلیف پہنچی۔ آپ رضی اللہ عنہ نے قسم کھائی کہ ان کی کبھی امداد نہیں کریں گے۔ یہ بات اللہ کو ناپسند ہوئی چنانچہ ارشاد ہوا:

﴿وَلَا يَاْتَلِ اُولُوا الْفَضْلِ مِنْكُمْ وَالسَّعَةِ اَنْ يُّؤْتُوْٓا اُولِى الْقُرْبٰى وَالْمَسٰكِيْنَ وَالْمُهٰجِرِيْنَ فِىْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَلْيَعْفُوْا وَلْيَصْفَحُوْا اَلَا تُحِبُّوْنَ اَنْ يَّغْفِرَ اللّٰهُ لَكُمْ﴾ ۶۶

''تم میں سے جو لوگ صاحب فضل اور صاحب مقدرت ہیں وہ اس بات کی قسم نہ کھا بیٹھیں کہ اپنے رشتہ دار، مسکین اور مہاجر فی سبیل اللہ لوگوں کی مدد نہ کریں گے۔ انھیں معاف کردینا چاہیے اور درگزر کرنا چاہیے۔ کیا تم نہیں چاہتے کہ اللہ تمھیں معاف کرے۔''

5۔ روحانی واخلاقی امداد

قرآن مجید میں رشتہ داروں کو نیکی کی ترغیب دینے اور انھیں برائی سے روکنے کی ہدایت کی گئی ہے۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو بطور خاص اپنے قریبی رشتہ داروں کو دعوت اسلام دینے کا حکم دیا گیا:

﴿وَاَنْذِرْ عَشِيْرَتَكَ الْاَقْرَبِيْنَ ﴾ ۶۷

٦٣۔ محمد٤٧:٢٢،٢٣ ٦٤۔ البقرہ٢:٢٧

٦٥۔ الجامع الصحیح للبخاری، کتاب الادب باب اثم القاطع، (ح٥٩٨٤)

٦٦۔ النور٢٤:٢٢۔٢٤ ٦٧۔ الشعراء٢٦:٢١٤

''اور اے نبیؐ! اپنے قریبی رشتہ داروں کو ڈراؤ۔''

6۔ وراثت میں حصہ

اسلام نے رشتہ داروں کو وراثت کا حقدار بنایا ہے۔ جب قریبی رشتہ دار نہ ہوں تو دور کے رشتہ دار بھی وراثت سے حصہ پاتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

﴿لِلرِّجَالِ نَصِيبٌ مِّمَّا تَرَكَ الْوَالِدٰنِ وَ الْاَقْرَبُوْنَ وَ لِلنِّسَآءِ نَصِيبٌ مِّمَّا تَرَكَ الْوَالِدٰنِ وَ الْاَقْرَبُوْنَ مِمَّا قَلَّ مِنْهُ اَوْ كَثُرَ نَصِيبًا مَّفْرُوْضًا﴾[۶۸]

''مردوں کے لیے اس مال میں حصہ ہے جو ماں باپ اور قریبی رشتہ داروں نے چھوڑا ہو، اور عورتوں کے لیے بھی اس مال میں حصہ ہے جو ماں باپ اور قریبی رشتہ داروں نے چھوڑا ہو۔ خواہ تھوڑا ہو یا بہت۔ اور یہ حصہ (اللہ کی طرف سے) مقرر ہے۔''

7۔ رشتہ داروں میں صلح کروانا

رشتہ داروں کے درمیان بعض اوقات اختلافات کی وجہ سے جھگڑا پیدا ہوجاتا ہے۔ اس موقع پر ان کے درمیان تنازعے کو ختم کرا دینا ان کے حقوق کی ادائیگی بھی ہے اور نیکی بھی۔ ارشادِ خداوندی ہے:

﴿فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَ اَصْلِحُوْا ذَاتَ بَيْنِكُمْ﴾[۶۹]

''پس اللہ سے ڈرتے رہو اور باہمی معاملات کو درست کرو۔''

8۔ رشتہ داری کی حدود

جہاں دین اسلام نے اقربا سے حسن سلوک اور ان کے حقوق ادا کرنے کی تاکید کی ہے وہاں ان کی بے جا حمایت کی ممانعت ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

﴿وَ اِذَا قُلْتُمْ فَاعْدِلُوْا وَ لَوْ كَانَ ذَا قُرْبٰى﴾[۷۰]

''اور جب بات کہو تو انصاف کی کہو خواہ رشتہ داری کا معاملہ ہو۔''

رشتہ داروں کی ناجائز حمایت کو حدیث میں عصبیت کہا گیا ہے اور اسلام نے اس کی اجازت نہیں دی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

((ومن قاتل تحت راية عمية يدعو الى عصبية او يغضب لعصبية فقتل فقتلته جاهلية)).[۷۱]

جو شخص جاہلیت کے جھنڈے تلے لڑا، وہ عصبیت کی طرف دعوت دیتا رہا اور عصبیت پر غیرت کرتا رہا اور اس حالت میں مرگیا تو اس کی موت جاہلیت کی موت مرا۔

۶۸۔ النساء۴:۷ ۶۹۔ الانفال۸:۱ ۷۰۔ الانعام ۶:۱۵۲

۷۱۔ نسائی، کتاب تحریم الدم، باب التغليظ فيمن قاتل تحت راية عميه، ح۴۱۱۴۔ صححه الالبانی۔

صلہ رحمی اور اسوۂ حسنہ

خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمایا گیا کہ آپ مشرکین قریش سے کہیں کہ میں تم سے اپنی دعوت پر کسی اجر کا طلب گار نہیں، البتہ اتنا مطالبہ کرتا ہوں کہ کم از کم میری قرابت کا خیال رکھو۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿قُلْ لَّآ اَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ اَجْرًا اِلَّا الْمَوَدَّةَ فِى الْقُرْبٰى ﴾ [۷۲]

’’آپ کہہ دیجیے کہ میں اس دعوت پر تم سے کچھ اجر نہیں مانگتا، مگر قرابت کی محبت ضرور چاہتا ہوں۔‘‘

آیت کا مطلب یہ ہے کہ میں تم سے اس کام پر کوئی اجر نہیں چاہتا، مگر تم لوگ، یعنی اہل قریش، کم از کم اس رشتہ داری کا تو لحاظ کرو جو میرے اور تمھارے درمیان ہے۔ چاہیے تو یہ تھا کہ تم میری بات مان لیتے، لیکن اگر تم نہیں مانتے تو یہ ستم تو نہ کرو کہ سارے عرب میں سب سے بڑھ کر تم ہی میری دشمنی پر تل گئے ہو۔

جہاں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے مذکورہ حکم دیا گیا ہے وہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ حکم بھی ملا کہ اپنی دعوت سب سے پہلے اپنے قرابت داروں کو پیش کریں۔ اس حق میں وہ مقدم ہیں۔

قرابت داروں کی طرح پڑوسی اور پھر درجہ بدرجہ رشتہ اور رہائش کے لحاظ سے جو جتنا قریب ہوگا، اسی قدر دعوت دیے جانے میں بھی مقدم ہوگا۔ فرمایا:

﴿وَاَنْذِرْ عَشِيْرَتَكَ الْاَقْرَبِيْنَ ○ وَاخْفِضْ جَنَاحَكَ لِمَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴾ [۷۳]

’’اور اپنے قریب ترین رشتہ داروں کو ڈراؤ اور ایمان لانے والوں میں سے جو لوگ تمھاری پیروی کریں، ان کے ساتھ تواضع سے پیش آؤ۔‘‘

معتبر روایات میں آیا ہے کہ اس آیت کے نزول کے بعد نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے سب سے پہلے اپنے دادا کی اولاد کو خطاب فرمایا اور ایک ایک کو پکار کر کہا:

((یا فاطمة بنت محمد! یا صفیة بنت عبدالمطلب! یا بنی عبدالمطلب! لا أملک لکم من الله شیئاً سلونی من مالی ماشئتم)) [۷۴]

’’اے بنی عبدالمطلب، عباس، اے صفیہ، رسول اللہ کی پھوپھی، اے فاطمہ، محمد کی بیٹی تم لوگ اپنے آپ کو اللہ کے عذاب سے بچانے کی فکر کرو۔ میں خدا کی پکڑ سے تمھیں نہیں بچا سکتا، البتہ میرے مال میں سے تم جو چاہو مانگ سکتے ہو۔‘‘

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم میں صلہ رحمی کی صفت اس قدر نمایاں تھی کہ جب ابتداءِ وحی میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر خشیت طاری ہوئی تو حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے تسلی دیتے ہوئے کہا:

((کلا واللہ لا یخزیک الله ابدا، انک لتصل الرحم وتحمل الکل و تکسب المعدم

۷۲۔ الشوریٰ ۲۳:۴۲ ۷۳۔ الشعراء ۲۶:۲۱۴-۲۱۵ ۷۴۔ صحیح بخاری، کتاب التفسیر، ح ۴۴۹۳،

وتقری الضیف و تعین علی نوائب الحق))۷۵؎

''آپ کو اللہ کبھی ناکام نہیں کرے گا۔ آپ صلہ رحمی کرتے ہیں، بے سہاروں کا بوجھ اٹھاتے ہیں، مہمان نوازی کرتے ہیں، بے کاروں کو کام پر لگاتے ہیں اور ان لوگوں کی اعانت کرتے ہیں جن پر حق کی خاطر مصائب آتے ہیں۔''

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت میں قرابت داری اور صلہ رحمی اس قدر نمایاں تھی کہ جب قیصر روم ہرقل کے پاس نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا گرامی نامہ (جس میں اسے اسلام کی دعوت دی گئی تھی) پہنچا، تو اس نے ابوسفیان اور اس کے ساتھیوں کو جو اس وقت تک اسلام نہ لائے تھے اور تجارتی دورے پر شام گئے ہوئے تھے، بلایا اور ان سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق سوالات کے ساتھ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت کے بارے میں بھی سوالات کیے۔ ابوسفیان نے جواب میں کہا:

((یقول اعبدوا اللہ و لا تشرکوا بہ شیئاً و اترکوا ما یقول آبائکم ویأمرنا بالصلوٰۃ و الصدق والعفاف و الصلۃ.))۷۶؎

''وہ کہتے ہیں کہ اللہ کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرو اور چھوڑ دو اس بات کو جو تمھارے باپ دادا کہتے ہیں اور وہ ہمیں حکم دیتے ہیں نماز کا، سچائی کا، پاکدامنی کا اور صلہ رحمی کا۔''

بخاری شریف میں حدیث ہرقل ۱۳ جگہ آئی ہے۔ اس میں دوجگہ صلہ رحمی کا ذکر ہے۔ ایک جگہ **کتاب التفسیر** میں اور دوسری **کتاب الادب** میں۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے خصوصی اوصاف میں سے ایک وصف صلہ رحمی ہے۔ حضرت خدیجہ الکبریٰؓ نے آپ کا سب سے پہلا وصف یہ ذکر کیا ہے کہ **إنک لتصل الرحم** ''آپ صلہ رحمی بھی کرتے ہیں۔''۷۷؎

ابوطفیل سے روایت ہے میں نے دیکھا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جعرانہ میں گوشت تقسیم کررہے ہیں کہ اسی دوران میں ایک خاتون آئیں۔ وہ چلتے چلتے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب آگئیں۔ آپؐ نے اپنی چادر ان کے لیے بچھائی۔ اس پر میں نے پوچھا یہ کون ہے؟ لوگوں نے جواب دیا کہ یہ آپ کی رضاعی ماں ہیں۔ انہوں نے آپ کو دودھ پلایا تھا۔۷۸؎

غزوۂ حنین کے موقع پر جب مسلمانوں کو فتح ہوئی اور اسیرانِ جنگ مسلمانوں کی تحویل میں آئے تو آپؐ کی رضاعی بہن شیماء بھی آپ کے پاس لائی گئیں۔ انہوں نے اپنا تعارف کرایا کہ میں آپؐ کی رضاعی بہن ہوں۔ آپؐ نے علامات

۷۵۔ الجامع الصحیح للبخاری، کتاب بدء الوحی، باب کیف کان بدء الوحی إلی رسول اللہ (ح۲)

۷۶۔ الجامع الصحیح للبخاری کتاب بدأ الوحی، باب کیف کان بدء الوحی إلی رسول اللہ (ح۷) کتاب الشھادۃ باب من امر بانجاز الوعد ح ۲۵۳۵، ایضاً کتاب الجھاد باب قول اللہ ھل تربصون بنا ح ۲۶۵۰ **اس حدیث میں** یأمرنا بالصلاۃ والزکاۃ والصلۃ والعفاف **کے الفاظ ہیں**۔ ایضاً کتاب الادب باب صلۃ المرأۃ امھا ولھا زوج ح۵۶۳۵، **اس میں** والصلۃ **کا اضافہ موجود ہے**۔ ایضا کتاب الاحکام باب ترجمۃ الحکام وھل یجوز ترجمان واحد(ح۶۷۷۱)، ایضاًابواب المناقب (ح ۳۳۳۶)

۷۷۔ الجامع الصحیح للبخاری، کتاب الوحی، باب کیف کان بدء الوحی إلی رسول اللہ، (ح۲)

۷۸۔ المستدرک للحاکم، ۱۸۱/۴(ح۷۲۹۴)

سے انہیں پہچان لیا تو انہیں کہا کہ اگر تم میرے پاس رہنا چاہو تو پورے اعزاز و احترام کے ساتھ رہ سکتی ہو اور اگر اپنی قوم میں واپس لوٹنا چاہو تو یہ بھی ممکن ہے، میں پوری عزت کے ساتھ رخصت کروں گا۔ چنانچہ انہوں نے دوسری صورت کو پسند کیا اور آپؐ نے انہیں تحائف کے ساتھ رخصت کیا۔۹ے

حضرت نوفل بن حارث آپؐ کے چچا زاد بھائی تھے۔ آنحضرتؐ وقتاً فوقتاً ان کی خبر گیری فرمایا کرتے تھے۔ ان کو شادی کی خواہش ہوئی تو آنحضرتؐ نے ایک خاتون سے ان کی شادی کا اہتمام کیا۔ ان کے پاس کھانے پینے کا کوئی سامان نہ تھا۔ آنحضرتؐ نے ابو رافع اور ابو ایوب کے ہاتھ اپنی زرہ ایک یہودی کے پاس رہن رکھی اور اس کے بدلے تیس صاع جو لے کر عطا کیے۔۱۴۸

حضرت عبداللہ آپؐ کے چچا حضرت عباسؓ کے صاحبزادے ہیں وہ بچپن ہی سے بارگاہ نبوت میں حاضر ہوتے تھے۔ ایک مرتبہ آپؐ نے ان کو بلا کر فرط محبت سے آغوش عاطفت میں بٹھایا اور سر پر ہاتھ پھیر کر دعا فرمائی:

((اللهم بارک فيه وانشر منه))۸۰

''اے خدا اس پر برکت نازل فرما اور اس سے علم کی روشنی پھیلا۔''

فتح مکہ کے وقت ام ہانی جو آپؐ کی چچا زاد بہن اور حضرت ابو طالب کی صاحبزادی تھیں، نے کہا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میں نے ابن ہبیرہ کو پناہ دی ہے لیکن علیؓ کہتے ہیں وہ اس کو قتل کریں گے۔ آپؐ نے یہ سن کر فرمایا:

((قد اجرنا من اجرت يا ام هانی))۸۱

''اے ام ہانی جسے تم نے پناہ دی اسے ہم نے بھی پناہ دی۔''

لیکن دوسری جانب اگر ہم اس حوالے سے اپنے احوال ملاحظہ کریں تو کسی اعتبار سے بھی ہمیں نبیٔ رحمت علیہ الصلوٰۃ والسلام سے نسبت معلوم نہیں ہوتی۔ رشتے داروں اور اہل قرابت سے ہمارے تعلقات کی قطعاً وہ نوعیت نہیں ہے جو آپؐ کے امتی ہونے کی حیثیت سے ہونی چاہیے۔ معمولی باتوں کو ہمیشہ کے لیے قطع تعلقات کی بنیاد بنا لینا، بدگمانی اور سوئے ظن رکھنا، خلاف طبع کوئی بات پیش آ جائے تو برسوں کے تعلقات اور خونی رشتوں تک کو یکسر فراموش کر دینا، پھر غیبت، الزام تراشی اور اس قبیل کی تمام برائیوں سے اپنے آپ کو آلودہ کرتے رہنا، محض اپنے حقوق کے حوالے سے گفتگو کرنا اور اس سلسلے میں اپنے اوپر عائد ہونے والے فرائض سے پہلو تہی کرنا ہمارا روزمرہ کا معمول اور روایت و مزاج کا حصہ بن چکا ہے۔ سب سے پہلی اور بنیادی بات تو یہ ہے کہ یہ تعلق اللہ تعالیٰ کا قائم کیا ہوا ہے اور اس کو عزت و حرمت بھی اللہ ہی کی جانب سے عطا ہوئی ہے۔ اس لیے اسے کوئی انسان آخر کیسے ختم کر سکتا ہے۔ انسان صرف یہ کر سکتا ہے کہ اپنے گمان و خیال میں اسے ختم کر کے اپنے طور پر بری الذمہ ہو جائے، لیکن اس کا ایسا کوئی قدم بارگاہ خداوندی میں سند نہیں رکھتا۔ یہ تعلقات اللہ کا بیش قیمت انعام ہیں، اس لیے اس بارے میں کسی قسم کی بھی کوتاہی کفرانِ نعمت کا درجہ رکھتی ہے، جس کا نقصان خود ہمیں ہی اٹھانا ہوگا۔

۷۹۔ ابن كثير، عماد الدين، السيرة النبوية، ۳۹۳/٤ ۸۰۔ ابن كثير، عماد الدين، السيرة النبوية، ٤٦٢/٢

۸۰۔ ابن حجر عسقلانی، الإصابة فی تمييز الصحابة، ۳۲۳/۲

۸۱۔ الجامع الصحيح للبخاری، ابواب الجزية والموادعة، باب امان النساء وجوارهن، (ح ۳۰۰۰)

ہمسائے کے حقوق

ہمسایہ سے مراد پڑوسی، یعنی ایک ہی سائے تلے رہنے والے افراد ہیں ۔عربی زبان میں اس کے لیے جار کا لفظ استعمال ہوتا ہے جس کے معنی ذمہ داری اور پناہ لینے کے ہیں۔ ہمسائیگی کا دائرہ کار بہت وسیع ہے۔ ہمسائیگی صرف دینی اعتبار سے ہی نہیں بلکہ اخلاقی و معاشرتی لحاظ سے بھی اہمیت کی حامل ہے۔تہذیب وتمدن کی اساس باہمی تعاون، محبت و الفت اوراشتراک عمل پر قائم ہے۔ ہر انسان دوسرے انسان کی اعانت اور مدد کا محتاج ہے۔ لہٰذا معاشرہ کے استحکام کے لیے ضروری ہے کہ لوگوں میں تعاون و اشتراک کا جذبہ واضح ہو۔ اسی لیے اسلام میں ہمسائے کے حقوق کو بڑی اہمیت دی گئی ہے۔ ہمسائے کے حقوق کے متعلق مسلمانوں کو درج ذیل ہدایات دی گئی ہیں۔

1۔ حسن سلوک

سورۃ النساء میں پڑوسیوں خواہ وہ رشتہ دار ہوں یا اجنبی یا ہم نشین ساتھی ،سب سے حسن سلوک کی تلقین کی گئی ہے۔ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَ اعۡبُدُوا اللّٰہَ وَ لَا تُشۡرِکُوۡا بِہٖ شَیۡـًٔا وَّ بِالۡوَالِدَیۡنِ اِحۡسَانًا وَّ بِذِی الۡقُرۡبٰی وَ الۡیَتٰمٰی وَ الۡمَسٰکِیۡنِ وَ الۡجَارِ ذِی الۡقُرۡبٰی وَ الۡجَارِ الۡجُنُبِ وَ الصَّاحِبِ بِالۡجَنۡۢبِ وَ ابۡنِ السَّبِیۡلِ ۙ وَ مَا مَلَکَتۡ اَیۡمَانُکُمۡ ؕ اِنَّ اللّٰہَ لَا یُحِبُّ مَنۡ کَانَ مُخۡتَالًا فَخُوۡرَا﴾ ۸۲

''اورتم سب اللہ کی بندگی کرو اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ بناؤ،قرابت داروں اور یتیموں اور مسکینوں کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آؤ، اور پڑوسی رشتہ دار سے، اجنبی ہمسایہ سے، پہلو کے ساتھی سے اورمسافر سے، اور ان لونڈی غلاموں سے جوتمھارے قبضے میں ہوں،احسان کا معاملہ رکھو، یقین جانو اللہ کسی ایسے شخص کو پسند نہیں کرتا جو اپنے پندار میں مغرور ہو اور اپنی بڑائی پر فخر کرے۔''

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی ہمسائے سے حسن سلوک کی تاکید فرمائی ہے۔آپ کا ارشاد ہے:

((مازال جبریل یوصینی بالجار حتی ظننت انه سیورثه.)) ۸۳

''جبرئیلؑ مجھے ہمسایہ کے متعلق مسلسل ہدایت کرتے رہے یہاں تک کہ مجھے خیال ہوا کہ اللہ تعالیٰ ہمسایہ کو وارث قرار دے دیں گے۔''

اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((من کان یؤمن باللّٰه والیوم الاخر فلیکرم جاره.)) ۸۵

''جو اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتا ہے تو اسے چاہیے کہ اپنے ہمسائے کی عزت کرے۔''

۸۲۔ النساء۴: ۳۶

۸۳۔ الفتح الربانی لترتیب مسند الامام احمد بن حنبل الشیبانی،باب الحث علی الهدیة، ۱۵ / ۱۶۱

۸۵۔ جامع الترمذی،ابواب البر والصلة، باب ماجاء فی قبول الهدیة،(ح۱۹۵۳)

2۔ تحائف کا تبادلہ

ہمسائیوں میں باہمی خیر سگالی کو فروغ دینے کے لیے تحفے تحائف اور ہدایا کا تبادلہ مستحسن ہے۔ اس کے متعلق آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تلقین کی ہے۔ ایک دوسرے کو تحائف دینے سے محبت و الفت بڑھتی ہے اور باہمی کینے اور دشمنیاں ختم ہوتی ہیں۔ اگرچہ یہ ہدایت عمومی ہے لیکن ہمسائیوں کے متعلق خصوصی تاکید کی گئی ہے۔ آپؐ نے فرمایا:

((تھادوا فان الھدیة تذھب وحر الصدر.)) ۸۶

''ایک دوسرے کو تحائف دیا کرو کیونکہ تحفہ دل کی میل کو ختم کر دیتا ہے۔''

خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تحفہ قبول فرماتے تھے اور بدلے میں تحفہ عنایت کرتے تھے۔ حضرت عائشہ فرماتی ہیں:

((ان النبی کان یقبل الھدیة و یثیب علیھا.)) ۸۷

''نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تحفہ قبول فرماتے تھے اور اس کے جواب میں خود بھی عطا فرماتے تھے۔''

قریبی پڑوسی ہدیے کا زیادہ حقدار ہوتا ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا:

((ان لی جارین فالی ایھما اھدی .قال الی اقربھما منک بابا.)) ۸۸

''میرے دو پڑوسی ہیں تو میں کس کو ہدیہ کروں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو تمھارے دروازے کے قریب ہو۔''

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خواتین کو نصیحت کرتے ہوئے فرمایا:

((یا نساء المسلمات لاتحقرن جارة لجارتھا ولوفرسن شاة.)) ۸۹

''اے مسلم خواتین! ایک پڑوسن دوسری پڑوسن کے (ہدیے کے) لیے بکری کے کھر کے ایک ٹکڑے کو بھی حقیر نہ سمجھے۔''

3۔ ایذا رسانی کی ممانعت

اسلام میں پڑوسی کو تکلیف اور ایذا دینے سے منع کیا گیا ہے۔

حضور نبی کریم نے ارشاد فرمایا:

((من کان یؤمن باللہ والیو م الاخر فلایؤذ جارہ.)) ۹۰

''جو اللہ اور یوم آخر پر ایمان رکھتا ہے تو وہ اپنے پڑوسی کو تکلیف نہ پہنچائے۔''

اسی طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

۸۶۔ ترمذی، کتاب الولاء والاھبة، باب فی حث النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم التھادی، (ح ۲۱۳۰)

۸۷۔ الجامع الصحیح للبخاری، کتاب الھبة وفضلھا، باب المکافأة فی الھبة، (ح۲۴۴۵)

۸۸۔ الجامع الصحیح للبخاری، کتاب الادب، باب حق الجوار فی اقرب الابواب، (۵۶۷۴)

۸۹۔ الجامع الصحیح للبخاری کتاب الأدب، باب الوصاء ةبالجار،(ح۶۰۱۴)

۹۰۔ الجامع الصحیح للبخاری، کتاب الادب باب من کان یومن باللہ والیوم الاخرفلایؤذجارہ،(ح ۶۰۱)

((واللہ لایؤمن واللہ لایؤمن واللہ لایؤمن. قیل ومن یا رسول اللہ؟ قال الذی لایأمن جارہ بوائقہ.)) [۹۱]

''اللہ کی قسم وہ شخص مومن نہیں، اللہ کی قسم اس میں ایمان نہیں، اللہ کی قسم وہ صاحب ایمان نہیں۔ عرض کیا گیا اے اللہ کے رسول، کون شخص؟ فرمایا، وہ آدمی جس کے پڑوسی اس کی شرارتوں سے محفوظ نہ ہوں۔''

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے رات کو عبادت، دن کو روزہ رکھنے اور صدقہ کرنے لیکن پڑوسی کو تکلیف دینے والی عورت کے مقابلے میں اس عورت کو جنتی قرار دیا ہے جو صرف نماز ادا کرتی اور زکوۃ دیتی ہے مگر اپنے پڑوسیوں میں سے کسی کو تکلیف نہیں دیتی۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں:

((قال رجل: یارسول اللّٰہ! ان فلانۃ تذکر من کثرۃ صلاتھا وصیامھا و صدقتھا غیر انھاتؤذی جیرانھا بلسانھا. قال ھی فی النار. قال: یا رسول اللّٰہ! ان فلانۃ تذکر من قلۃ صیامھا وصدقتھا وصلاتھا وانھاتصدق بالاثراء من الاقط ولا تؤذی بلسانھا جیرانھا قال ھی فی الجنۃ.)) [۹۲]

''ایک آدمی نے کہا کہ اے اللہ کے رسول فلاں عورت نماز، روزہ اور صدقہ وخیرات کی کثرت کے حوالے سے جانی جاتی ہے لیکن زبان سے پڑوسیوں کو ایذا دیتی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: وہ جہنمی عورت ہے۔ پھر اس آدمی نے کہا: اے اللہ کے رسول! فلاں عورت جو صرف فرض نمازیں ادا کرتی ہے، فرض روزے رکھتی ہے اور صرف زکوٰۃ دیتی ہے مگر اپنی زبان سے کسی کو تکلیف نہیں دیتی تو آپؐ نے فرمایا: وہ عورت جنتی ہے۔''

4۔ ایذا رسانی پر صبر

اگر کوئی ہمسایہ تنگ کرے یا تکلیف دے تو ایک مسلمان کو صبر وتحمل سے برداشت کرنا چاہیے، اور انتقامی کاروائی کے بجائے حسنِ سلوک کا مظاہرہ کرنا چاہیے۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں:

((جاء رجل الی النبی یشکو جارہٗ، قال: اذھب فاصبر. فاتاہ مرتین أو ثلاثا فقال: اذھب فاطرح متاعک فی الطریق. فجعل الناس یسألونہ فیخبرھم خبرہ فجعل الناس یلعنونہ فعل اللہ بہ وفعل وفعل فجاء الیہ جارہ فقال لہ ارجع لاتری منی شیأ تکرھہ.)) [۹۳]

''ایک صحابی نے اپنے ہمسائے سے تنگ آ کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کی شکایت کی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، جاؤ اور صبر کرو۔ وہ دوسری یا تیسری دفعہ اس کی شکایت لے کر آیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جاؤ اور اپنے گھر کا سامان باہر نکال کر رکھ دو۔ اس نے ایسا ہی کیا۔ پاس سے گزرنے

۹۱۔ الجامع الصحیح للبخاری، کتاب الادب باب من کان یؤمن باللہ والیوم الاخر فلایؤذ جارہ، (ح ۶۰۱۸)

۹۲۔ مسند احمد، ۲/۴۴۰، (ح ۹۶۷۳)

۹۳۔ سنن ابی داؤد، کتاب الادب، باب فی حق الجوار، (ح ۵۱۵۳)

والے پوچھتے تو وہ صحابی جواب دیتا کہ اپنے ہمسائے کی بدسلوکی کے سبب سامان باہر رکھا ہے۔ وہ کہتے خدا اس پر لعنت کرے۔ اس طرح لعنت ملامت سے تنگ آکر پڑوسی صحابی کی منت سماجت کرنے لگا کہ سامان واپس لے جاؤ۔ خدا کی قسم آئندہ بدسلوکی نہ کروں گا۔"

5۔ عزت وتکریم

دیگر حقوق کی ادائیگی کی طرح ہمسائے کی عزت وتکریم کرنا بھی لازم ہے۔ دین اسلام میں ہمسایہ کی تکریم وایمان لازم ملزوم ہے۔ آپؐ نے فرمایا:

((من كان يؤمن بالله واليوم الاخر فليكرم جاره)) ۹۴

"جو اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتا ہے تو اسے چاہیے کہ اپنے ہمسائے کی عزت کرے۔"

6۔ ہمسائیگی کے بعض متعین حقوق

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پڑوسیوں کے بعض متعین حقوق کی نشان دہی بھی فرمائی ہے۔ ان سے اس بارے میں اسلام کا اصولی نقطہ نظر سمجھا جا سکتا ہے۔ حضرت معاویہ بن حیدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

((قال رسول اللّٰه: حق الجار ان مرض عدته وان مات شيعته وان استقرضک اقرضته وان اعور سترته وان اصابه خير هنأته وان اصابته مصيبة عزيتهٗ ولا ترفع بنائک فوق بنائه فتسد عليه الريح ولاتؤذيه بريح قدرک الا ان تغرف له منها)) ۹۵

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: پڑوسی کے تم پر حقوق یہ ہیں کہ اگر وہ بیمار ہو جائے تو اس کی عیادت کرو، اور اگر انتقال کر جائے تو اس کے جنازے کے ساتھ جاؤ، اور اگر وہ قرض مانگے تو اسے قرض دو، اور اگر وہ کوئی برا کام کر بیٹھے تو اس کی پردہ پوشی کرو، اور اگر اسے کوئی نعمت ملے تو اسے مبارکباد دو، اور اگر اسے کوئی مصیبت پہنچے تو اس سے تعزیت کرو، اور اپنی عمارت اس کی عمارت سے اس طرح بلند نہ کرو کہ اس کے گھر کی ہوا بند ہو جائے اور تمھاری ہانڈی کی مہک اس کے لیے باعث ایذا نہ ہو الا یہ کہ اس میں سے تھوڑا سا کچھ اس کے گھر بھی بھیج دو۔"

مختصر یہ کہ پڑوسیوں کے ساتھ اچھے تعلقات سے تمام آبادی مسرت و شادمانی سے ہمکنار ہو جاتی ہے۔ خدمت گزاری اور محبت واعتماد کے بل بوتے پر ایک ایسا ماحول پیدا ہو جاتا ہے جس میں ہر طرف الفت و پیار کی خوشبو رچ بس جاتی ہے اور سب لوگ خداوند تعالیٰ کی خوشنودی کے لیے بے غرض ہو کر ایک دوسرے کے کام آتے ہیں۔ پورا معاشرہ اتحاد واتفاق، سکون واطمینان اور تعاون وایثار کا آئینہ دار ہوتا ہے، اور یہی اسلام میں مطلوب ہے۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((صلة الرحم حسن الخلق و حسن الجوار يعمرن الديار ويزدن في الاعمار.)) ۹۶

۹۴۔ الجامع الصحیح للبخاری، کتاب الأدب، باب من کان یؤمن باللہ......(ح۶۰۱۸)

۹۵۔ المعجم الکبیر للطبرانی، ۴۱۹/۱۹، (ح۱۰۱۴)، شعب الایمان للبیهقی، ۸۴/۷، (ح۹۵۶۱)

۹۶۔ شعب الایمان للبیهقی، ۲۲۶/۶، (ح ۷۹۶۹)

''قرابت نوازی، حسن خلق، اور خوشگوار ہمسائیگی سے عمر دراز ہوتی ہیں اور بستیاں آباد ہوتی ہیں۔''

قرآن اور حدیث کی یہی تعلیمات تھیں جن کی وجہ سے امت مسلمہ کا خاندانی نظام مستحکم بنیادوں پر استوار ہوا۔ ان تعلیمات کی روشنی میں خاندان تہذیب اسلامی کا ایسا مضبوط قلعہ بنا جو چودہ سو سال گزرنے کے باوجود دنیائے عالم میں اپنے اثرات رکھتا ہے۔ اور اپنے معاشروں میں اخوت و محبت، ایثار و قربانی، امن و سکون اور خوشی و مسرت کے پیمانے جاری رکھے ہوئے ہے۔

ملازمین سے رویہ

ملازمین ہماری معاشرت اور گھریلو زندگی کا لازمی جزو ہیں، وہ ہمارے ساتھ زندگی کا بہت اہم و بڑا حصہ گزارتے ہیں اور ہماری ضرورتوں کی تکمیل کا بڑی حد تک ان پر انحصار ہوتا ہے، لیکن یہ قدرت کا نظام ہے اور فطرت کا قانون کہ کچھ لوگ جو ہم ہی جیسا وجود رکھتے ہیں، ہماری طرح کے اعضاء کے مالک ہوتے ہیں، ان کی تشکیل بھی اسی مادے سے ہوتی ہے، جس سے طبقہ اشرافیہ کے کسی اعلیٰ ترین فرد کی ہوتی ہے۔ لیکن چونکہ قدرت کو اس کائنات کا نظام برقرار رکھنا ہے، اس لیے سماجی اعتبار سے تفاوت قائم کر کے معاشرت کے نظم و نسق کو قائم کیا گیا ہے۔ یہ ایک ناگزیر ضرورت تھی، مگر اس کی بنا پر کسی طبقاتی تقسیم کی گنجایش پیدا نہیں کی جا سکتی، نہ سماجی مراتب کو کسی کے اعلیٰ یا ادنیٰ ہونے کی دلیل قرار دیا جا سکتا ہے، کیونکہ قرآن حکیم نے عزت و احترام کی کسوٹی تقویٰ کو قرار دے کر باقی تمام راستوں کو بند کر دیا، فرمایا:

﴿اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰكُمْ﴾ ۹۷

''اللہ کے نزدیک تم میں سے زیادہ عزت والا وہ ہے جو تم میں سے زیادہ متقی ہے۔''

جس طرح موجودہ دور میں خادم اور ملازمین خاندان کا لازمی حصہ شمار ہوتے ہیں، ماضی میں اس سے کہیں بڑھ کر اہمیت غلاموں کو حاصل تھی اور غلام و باندی کسی بھی خاندان کا جز ولاینفک متصور ہوتے تھے۔ اس دور میں ان کی حالت کچھ زیادہ ہی بُری تھی کیونکہ وہ مال و متاع خیال کیے جاتے تھے۔ انہیں اپنی ذات پر ذرا بھی اختیار نہ تھا جب کہ آج کے دور میں نوکر و خادم تو تنخواہ دار ہوتے ہیں اور انہیں چھوڑ جانے کا اختیار بھی حاصل ہے، لیکن غلام ایک بالکل بے بس مخلوق کی تھی جس کا کوئی پرسان حال نہ تھا۔ نبی رحمتؐ نے اپنے اسوۂ حسنہ کے ذریعے انسانیت کی جبین سے غلامی کے اس بدنما داغ کو مٹانے کی بھرپور کوشش فرمائی ہے۔ آپؐ ہی انہیں سب سے پہلے انسانیت کے دائرے میں لے کر آئے ہیں۔ آپؐ نے لوگوں کو بتایا کہ یہ بھی تمہاری ہی طرح کی اللہ کی ایک مخلوق ہیں، ان کے بھی کچھ حقوق تمہارے ذمے ہیں۔ آنحضرتؐ غلاموں سے خصوصی شفقت فرماتے، آپؐ کا ارشاد مبارک ہے:

((من لاء مكم من مملوكيكم فاطعموه مما تأكلون واكسوه مما تكسون ومن لم يلائمكم فبيعوه ولا تعذبوا خلق الله)) ۹۸

''جو غلام تمہارے مزاج کے مطابق ہوں تو جو تم کھاتے ہو وہی ان کو کھلاؤ اور جو خود پہنتے ہو وہی ان کو پہناؤ اور جو ناموافق ہوں انہیں بیچ دو اور خلق خدا کو عذاب نہ دو۔''

۹۷۔ الحجرات ۴۹:۱۳ ۹۸۔ السنن لأبی داؤد، کتاب الأدب، باب حق المملوك، (ح ۵۱۶۱)

آنحضرتؐ کی ملکیت میں جو غلام آتے تھے آپ ان کو ہمیشہ آزاد فرما دیتے تھے،لیکن وہ حضورؐ کے احسان وکرم کی زنجیر سے آزادنہیں ہو سکتے تھے۔ ماں باپ ،قوم قبیلے، اور رشتے داروں کو چھوڑ کر عمر بھر آپ کی غلامی کو شرف جانتے تھے۔ زید بن حارثہؓ ایک غلام تھے۔ آنحضرتؐ نے ان کو آزاد کر دیا۔ان کے والد انھیں لینے آئے لیکن وہ آستانہ رحمت پر باپ کے ظل عاطفت کو ترجیح نہ دے سکے اور ان کے ساتھ جانے سے قطعاً انکار کر دیا۔ ۹۹

ایک بار ابومسعود انصاری رضی اللہ عنہ اپنے غلام کو مار رہے تھے حضورؐ کا ادھر سے گزر ہوا۔ آپؐ نے یہ دیکھ کر پیچھے سے آواز دی کہ اے ابومسعود! جان لو کہ اللہ تم پر اس سے زیادہ اختیار رکھتا ہے جتنا تم اس پر رکھتے ہو۔ انہوں نے فوراً عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ اللہ کی رضا کے لیے آزاد ہے، آپؐ نے فرمایا:

((اما لو لم تفعل للفعتک النار او لمستک النار)) ۱۰۰

’’اگر تم ایسا نہ کرتے تو تمہیں جہنم کی آگ اپنی لپیٹ میں لے لیتی۔‘‘

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے غلاموں کو ہمیشہ برابر کا درجہ عطا فرمایا، اور مسلمانوں کو یہی تعلیم دی کہ ان کے ساتھ مساوات پر مبنی سلوک کریں۔ انہیں کسی بھی معاملے میں کمتر تصور نہ کریں۔ آپؐ نے فرمایا:

((اخوانکم جعلهم الله تحت يديكم، فمن كان اخوه تحت يده فليطعمه مما يأكل، وليكسه مما يلبس ولا يكلفه ما يغلبه، فان كلفه ما يغلبه فليعنه.)) ۱۰۱

’’تمہارے کچھ بھائی ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے تمہارے ہاتھوں میں دے رکھا ہے۔ اگر کسی کے ہاتھ میں اللہ نے اس کے بھائی کو دیا ہو تو اس کو چاہیے کہ جو خود کھائے وہی اسے کھلائے ،جو خود پہنے وہی اسے پہنائے، اس کے ذمہ اتنا کام نہ ڈالے جو اس کی طاقت سے زیادہ ہو اور اگر کام زیادہ ہو تو اس کی مدد کرے۔‘‘

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ آپؐ نے فرمایا:

((اداتی احدکم خادمه بطعامه فان لم يجلسه معه فلينا وله لقمة او لقمتين)) ۱۰۲

’’جب کسی کا خادم کھانا لائے اور وہ (کسی وجہ سے) اسے اپنے ساتھ (کھلانے کے لیے) نہ بٹھا سکے تو اس کو ایک یا دو لقمے ضرور کھلانا چاہیے۔‘‘

ایک مرتبہ ایک شخص نے آپؐ کی خدمت اقدس میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ ہم اپنے خادم کی غلطیوں سے کس حد تک درگزر کریں، آپؐ خاموش رہے۔ اس نے پھر اپنی بات دہرائی۔ آپ پھر خاموش رہے۔ تیسری مرتبہ سوال پر آپؐ نے فرمایا:

((اعفو عنه فی کل یوم سبعین مرة)) ۱۰۳

۹۹۔ طبقات،۳/۴۰-۴۷ ۱۰۰۔ السنن لأبی داؤد، كتاب الأدب، باب حق المملوك،(ح۵۱۵۹)

۱۰۱۔ السنن لأبی داؤد، كتاب الأدب، باب حق المملوك،(ح۵۱۵۸)

۱۰۲۔ الجامع الصحيح للبخاری، كتاب الأطعمة، باب الأكل مع الخادم، (ح ۵۴۶۰)

۱۰۳۔ السنن لأبی داؤد،كتاب الأدب، باب حق المملوك،(ح۵۱۶۴)

''اگر دن میں ستر (۷۰) مرتبہ بھی غلطی کرے تو درگزر سے کام لو اور معاف کرتے رہو۔''

آپ ؐ کی آخری وصیت کے یہ الفاظ منقول ہیں:

((الصلوة، الصلوة، اتقوا الله فيما ملكت ايمانكم)) [۱۰۴]

''نماز، نماز، غلاموں کے معاملے میں اللہ سے ڈرتے رہنا۔''

خلاصۂ کلام

اسلام کے عطا فرمودہ نظام معاشرت میں ہر دائرہ اپنے اپنے مقام پر مکمل بھی ہے اور ایک دوسرے سے باہم مربوط بھی، اسلام کا خانگی نظام بھی اسی بناء پر اپنے تمام پہلوؤں کے ساتھ باہم ربط و ارتباط رکھتا ہے، اوپر ہونے والی گفتگو سے انسان کی خانگی زندگی کے مختلف دائروں کا کردار اور اسوۂ حسنہ کی روشنی میں ان کے فرائض وحقوق کا ایک خاکہ سامنے آتا ہے۔ جس کا خلاصہ یہ ہے کہ انسان قرآن وسنت کی روشنی میں اپنے گھریلو امور کو اس انداز سے استوار رکھے کہ اس کے نتیجے میں کسی کی بھی حق تلفی نہ ہو۔ نہ اس کے اپنے نفس کا حق مارا جائے، نہ والدین کو اس سے شکایت ہو، نہ اہل خانہ اور اولاد اس سے ناخوش ہو اور نہ ملازمین سے اس کا رویہ ان کے لیے ناقابل برداشت ہو۔ یہ سب باتیں اسی صورت میں موجود ہوں گی جب اس پر دل و جان سے عمل پیرا ہونے کا داعیہ بھی موجود ہو۔

اس مقصد کے لیے اُسوۂ حسنہ ہمارے لیے بہترین مشعل راہ ہے، کیونکہ اس میں نہ صرف ہدایات ہیں بلکہ آپ ؐ کے اپنے عمل کی صورت میں ہمارے لیے مکمل رہنمائی بھی ہے، پھر اسوۂ حسنہ ہمارے اُمور زیست کی چھوٹی چھوٹی جزئیات کا بھی کمال خوبی کے ساتھ احاطہ کرتا ہے، اس لیے وہاں ابہام کا بھی کوئی سوال نہیں۔

۱۰۴۔ السنن لأبی داؤد، کتاب الأدب، باب حق المملوك،(ح٥١٥٦)